

(قَالَ اللَّهُ تَعَالَى) يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (الآية)

راہِ ہدایت

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ
ماہر اہلسنت

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نسرہ اعلیٰ حضرت کراچی

(قَالَ اللَّهُ تَعَالَى) يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (الْأَيَةُ)
 (وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ (الْحَدِيثُ)
 اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہوئے کبر یہی وہ در ہے کہ ذات نہیں سوا کے بعد

هَذَا نِهَا الْمُرْتَابُ إِلَى طَرِيقِ الصُّو

فِي تَحْقِيقِ

ان المعجزة والكرامة فعل الله تعالى وان المعجزات والكرامات
 على القول الصحيح أمور غير عادية ولها اسباب غفية وان الله تعالى
 هو المختار لما يشاء وهو المتصرف فيما فوق الاسباب

الموسم به راه هدايت

جس میں بڑی تحقیق اور جو عرق ریزی سے قرآن کریم صحیح احادیث اور کتب اہل سنت والجماعت کی معتبر اور مستند عبارات
 پر ثابت کیا گیا ہے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور اس کے
 صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور نیز یہ کہ معجزہ اور کرامت علی الصبح امور غیر عادیہ اور ان کی سبب غفیرہ ہیں اور یہ کہ فوق الانس
 طریق پر مختار کل اور متصرف فی الامور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور نیز فالمد بدلت اھدا کی احسن طریق پر
 تفسیر کر دی گئی ہے اور معجزات و کرامات اور مافوق الاسباب تصرفات کے سلسلہ میں فرق و مخالفت کے جملہ
 پیش کردہ استدلالات کے کمکت جوابات دیئے گئے ہیں اور حضرت مرشدنا و مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
 پر بلغۃ الحیران کی ایک عبارت کے پیش نظر فرق و مخالفت کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا دندان شکن جواب بھی
 دیا گیا ہے جو صرف اسی کتاب میں آپ کو ملے گا۔ علاوہ ازیں متعدد ابحاث اس میں مذکور ہیں جو اس دیکھنے
 ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ واللہ یقول الحق وهو یھد السبیل

احقر الناس ابو الزاهد محمد سرفراز خان صفدر

۱۔ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ - ۲۵ - ستمبر ۱۹۵۸ء - یوم الجنبس

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع ششم فروری ۲۰۰۵ء
۵

نام کتاب راہ ہدایت

مؤلف امام اہل سنت شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدم

مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور

تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت (اڑتالیس روپے)

ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان

☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار اور اپنڈی ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد

☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد ☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیروڈیگورہ ☆ دارالکتب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت ☆ مدینہ کتب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ نزد جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی

☆ مکتبہ فاروقیہ حفیظ عتب فارم بریلیڈ اردو بازار گوجرانوالہ

☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ لکھنؤ ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۷	امام نجم الدین کا حوالہ	۷	تمہید
۸	علامہ تفتازانیؒ	۹	توحید و سنت پر عمل پیرا ہونے کا اثر؟
۱۱	مولف نور ہدایت کی خیانت	۱۱	ان سے روگردانی کا نتیجہ؟
۲۸	علامہ تفتازانیؒ کی ایک اور عیبت	۱۲	سبب تالیف
۱۴	امام تورپشتیؒ کا حوالہ	۱۴	باب اول
۲۹	مولانا اولاد حسنؒ	۱۵	معجزہ اور اس کی تعریف و تعقیقت
۱۸	شیخ عبدالحقؒ	۱۸	حافظ ابن حجرؒ سے
۳۱	خوارق کے بارے میں اکابرین دینیہ و علمیہ کا نظریہ	۱۸	مولانا عبدالحقؒ سے
۳۲	شاہ اسماعیل شیدؒ سے	۱۹	حضرت ملا علی القاریؒ سے
۳۳	مولانا بت شکنؒ	۱۹	امام باقرؑ سے
۳۴	مولانا عثمانیؒ	۲۰	قاضی عیاضؒ سے
۲۰	علامہ ربیع اور حقیقت معجزہ	۲۰	فتح الصغیر شرح شفا سے
۲۱	مولوی احمد رضا خاں صاحب	۲۱	امام غزالیؒ سے
۲۲	مولوی ابوالحسن صاحب	۲۱	امام شافعیؒ سے
۲۵	معجزہ کو نبی کا فعل کہنے کا؟	۲۲	علامہ ابن خلدونؒ سے
۲۳	علماء سفہاء نے	۲۳	شیخ ابن عربیؒ سے بہ تشریح شعرائے
۲۵	مولف نور ہدایت کے کھلائے دل	۲۵	حافظ ابن ہمامؒ کا حوالہ
۲۶	مواقف اور شرح مواقف کی بشارت کا حل	۲۶	ابن ابی شریفؒ کا حوالہ
۲۷	اشاعرہ نے عرق عادت کی قیدی آزادی سے	۲۷	قاضی عبدالدین الایچیؒ
۲۸	مولانا ناتوئیؒ پر صریح بہتان	۲۸	علامہ دوانیؒ کا حوالہ
۲۹	حضرت علامہ السامکسار سے شامہ	۲۹	مولف نور ہدایت کی غلطی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۱	پہاڑوں اور درختوں کا سلام کن	۷۹	اسرا اور معراج کا معجزہ
۱۰۲	حنین جزع	"	تفسیر ابن کثیر کا حوالہ
"	ام عبدالقادر بغدادی کا حوالہ	۸۰	پرویز صاحب معراج کے منکر ہیں
۱۰۳	بکری کے ذمہ آلود گوشت کا بولن	۸۲	قرآن کریم میں معجزہ کے لیے ایہ کا لفظ آیا ہے
۱۰۴	طعم سے تبسم کا سننا	"	حافظ ابن کثیر کا حوالہ
"	درخت کا خبر دینا	"	جلالین
"	بیل اور بھیڑ بے کان تکلم	۸۳	شق القمر کا معجزہ
۱۰۵	کنکریوں کا معجزہ	"	کرامات میں اولیاء کرام کا داخل نہیں ہوتا
"	حافظ ابن کثیر کا حوالہ	۸۴	تحت یقیس کا واقعہ
۱۰۶	کرامات اولیاء کرام کا غیر اختیاری ہونا	"	جلالین کا حوالہ
"	حضرت ابو بکر کی کرامات	۸۵	ابن کثیر
۱۰۸	حضرت اسید بن حنیفہ اور حضرت عباد بن بشر اور حضرت سفینہ کی کرامات	۸۸	مردوں سے طلب حرج کرے شاہ ولی اللہ
۱۰۹	اصحاب غار کی کرامات	"	حضرت شامی العزیز صاحب سے
۱۱۰	امام نووی سے تشریح	۸۹	قاضی ثناء اللہ صاحب سے
۱۱۱	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا حوالہ	۹۱	باب سوم
۱۱۲	مبتدعین مراد الہی کے سمجھنے سے قاصر ہیں	"	احادیث سے معجزات کا ثبوت
۱۱۳	باب چہام	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ
"	اثبات توحید و توحید شرک	۹۲	امام نووی سے اس کی تشریح
۱۱۵	اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا مدبر اور اس میں تصرف ہے	۹۳	حضرت ایوب علیہ السلام کا معجزہ
"	قرآن کریم سے ثبوت	۹۶	ابراہیم
۱۱۶	تفسیر ابن کثیر	۹۸	یوشع بن نون
۱۱۷	شیخ حیدانی	"	امام نووی سے اس کی تشریح
"	عبدالحق	۹۹	کشف بیت المقدس کا معجزہ
"	"	"	پتھر کا سلام کن

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۴	وگہرات پر قیاس کرنا باطل ہے	۴۸	اس کا حدیث سے ثبوت
۶۵	باب دوم	۴۹	امام نووی سے
"	قرآن کریم سے معجزات کا غیر اختیاری ہونا	۵۰	امام باقلانی
۶۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ	"	حافظ ابن ہمام سے
"	حضرت ابن عباس اور ابو العالیہ سے تفسیر	"	" ابن حجر "
"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ	۵۱	" سیوطی "
۶۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات	"	" تورپشتی "
"	حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات	"	مولانا فتح محمد صاحب
۶۹	" سیمان "	"	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
"	" خزئیل " کا معجزہ	۵۲	قاضی عصفہ الدین
۷۰	" عیسیٰ " کے معجزات	"	علامہ ابن خلدون
۷۲	مرزا صاحب کا معجزات عیسیٰ سے انکار	۵۳	کرامت کس کا فعل ہو سکتی ہے؟
"	حضرت عزیز علیہ السلام کا معجزہ	"	حضرت شیخ حیدانی کا حوالہ
"	دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات	۵۴	" عبدالحق "
۷۳	مشکین مکہ کا حضور علیہ السلام سے معجزات کا تقاضا	۵۶	علامہ ابن خلدون
"	اور اس کا جواب	"	مولانا حید علی صاحب ٹوکی
۷۴	تفسیر بیضاوی کا حوالہ	۵۷	" عبدالحق "
"	تفسیر ابن کثیر کا حوالہ	"	" سخاوت علی "
۷۵	" جلالین "	"	مولوی احمد رضا صاحب
"	امام رازی	۵۹	کیا معجزات و کرامات مطلقاً مافوق الاسباب اور ہیں
۷۷	مؤلف نور ہدایت کی خیانت	۶۰	امام غزالی سے
۷۸	معجزات کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ	۶۱	" ابن رشد "
"	علیہ وسلم کا منصب؟	۶۲	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا حیدانی سے
۷۹	تفسیر جلالین کا حوالہ	۶۳	مافوق الاسباب تصرفات کا معجزات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ
وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

کائنات کے ذرہ ذرہ اور ہر ہستی کو خدائے ذوالمن کے جو دو کرم نے ایک مخصوص و
ممتاز شکل و صورت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنی دستور اور پوشیدہ حقیقت کو اپنے نام سے اسی
شکل و صورت میں نمایاں کر سکتی ہے جس کا لباس خلقی اور فطری طور پر اسے پہنا دیا گیا ہے
جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے
وَبَشِّرِ الدَّاحِيَ اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ هَمَارًا پروردگار تو وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی
شے ہدھی (پتا۔ طہ) مناسب بناوٹ عطا کی پھر رہنمائی فرمائی۔

کوئی صاحب ذوق و بصیرت اس کو کبھی پسند نہیں کر سکتا کہ ایمان و کفر، توحید و شرک
سنت و بدعت، اطاعت و تمرد میں اتحاد و اختلاط ہو جائے شاید کوئی دیوانہ بھی اس کو
پسند نہ کرے کہ رات اور دن ایک شکل کے ہو جائیں، نور و ظلمت میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے
اور سارے عالم کی شکل ایک ہو جائے دنیا کے سب سے زیادہ وسیع اور ہم گیر مذہب (اسلام)
پر نگاہ ڈالنے تو بخوبی نظر آئے گا کہ وہ اپنے عالمگیر شعوبوں عقائد و تصدیقات، اعمال و عبادات،
معاملات و سیاسیات، آداب و معاشرت، سلوک حالات و مقامات اور اسی طرح اپنے
تمام روحانی خصائص و شمائل کی وجہ سے دوسرے تمام مذاہب و ادیان سے بالکل ممتاز اور
نمایاں ہے، اور اس پاک مشرب اور محمول ملت کی اعتقادی اور عملی خصوصیات نے اس پر
عمل پیرا ہونے والے انسانوں کے مجموعہ کو دوسرے انسانی مجموعوں سے الگ اور ممتاز کر دیا ہے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۸	حضرت شاہ عبدالغفر نے اس کی تفسیر	۱۱۷	شیخ اکبر سے ثبوت
۱۲۹	قاضی شاذان صاحب کا حوالہ	۱۱۸	شاہ ولی اللہ صاحب سے ثبوت
۱۳۱	مولوی احمد رضا خان صاحب سے آیت مذکورہ کی تفسیر	۱۱۹	اسباب عادی اور فائق الاسباب کا معنی
۱۳۲	اوثان اور اصنام کی حقیقت کیا ہے؟	۱۲۰	خدا تعالیٰ کس معنی میں مبر ہے؟
۱۳۳	باب پنجم	۱۲۱	حافظ ابن قیم کا حوالہ
۱۳۴	مولف نور دہانت کا مولانا حسین علی صاحب پر صریح بیان	۱۲۲	موصوف اہل سنت کے اکابر میں تھے
۱۳۵	اور اس کا انداز ان کی جواب	۱۲۳	تدبیر عالم خاصہ الہییت سے ہے
۱۳۶	تحریرات حدیث کا حوالہ	۱۲۴	شاہ رفیع الدین صاحب کا حوالہ
۱۳۷	اہم شعرائے	۱۲۵	مختار کل صرف خدا ہے
۱۳۸	شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے	۱۲۶	آیت سے ثبوت
۱۳۹	سوال از آسمان و جواب از زمین	۱۲۷	حافظ ابن کثیر کا حوالہ
۱۴۰	مولف نور دہانت کا دجل	۱۲۸	شیخ جیلانی رو
۱۴۱	عبید انکشاف	۱۲۹	عبداللطیف رو
۱۴۲	حمل نطقی کی ایک اہم شرط	۱۳۰	اکبر رو
۱۴۳	مولف نور دہانت کا فخر فہم	۱۳۱	فالمذہبات امر کی تفسیر اور مولف نور دہانت کا رو
۱۴۴	مختار اہل سنت کی حقیقت مولف نور دہانت کی تفسیر میں		

اگر یہ مابہ الامتیاز اوصاف اور خصوصیات فنا ہو جائیں تو کوئی ملت اپنے نام سے باقی نہیں رہ سکتی۔ پس اگر ایک عیسائی اپنی مذہبی خصوصیات کے دائرہ میں بت پرست قوموں سے جدا ہے۔ اور اگر ایک یہودی اپنے خصائص ملت کے ذریعہ ایک نصرانی اور وثنی سے علیحدہ ہے اور اگر ایک بت پرست اور صنم پرست اپنی مخصوص مشترکات کے سبب ایک عیسائی اور پارسی سے ممتاز ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک اسلامی فرد اور ایک مسلم حنیف اپنی علمی اور علمی خصوصیات اور اپنے مخصوص مذہبی عقائد و اعمال اور اپنے مخصوص اخلاق و معاملات میں ان باطل فرقوں سے ممتاز اور نمایاں نہ ہو۔ قرآن کریم کی پاک اور محکم تعلیمات نے مسلمانوں کے ظاہر اور باطن کو غیر مسلموں سے بالکل الگ کر کے واضح احکام صادر فرمائے ہیں تاکہ مطیع و نافرمان، صادق و کاذب صاف طور پر نمایاں ہو جائیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بعض غلط کار لوگوں کی طرف سے اسلام اور اہل السنۃ والجماعت کے نام سے خود ساختہ عقائد و اعمال کے رنگ میں ملت کی ایک ایسی تشکیل کی جا رہی ہے کہ جس سے اصلی اسلام کی صحیح شکل و صورت منح ہوئی جا رہی ہے اور اگر کچھ مدت اسی طرح دین پر سفاکانہ مشق جاری رہی تو وہ دن دور نہیں کہ اس کے حقیقی خدو خال دنیا کی نگاہوں سے چھپ جائیں اور قلوب پر اسلامی حقائق بالکل نغی ہو جائیں اور رفتہ رفتہ تمدن کی دلیز پر تمدن کی دولت گرانیہ نہا رہی ہو شروع ہو جائے اور اسلامی معاشہ کا نہ علمی خاک رہے اور نہ عملی پتہ و نشان، مگر ایک مخلص موجد صحیح مسلمان سنی المسلک اور حنفی نظریہ کے حامل کو دور حاضر کی زبوں حالی سے متاثر نہ ہو کر مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں اب بھی ہمارے لئے ہیں بشرطیکہ ہم بھی کچھ کریں کیونکہ حرکت ہی میں برکت ہوتی ہے۔ اکبر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

سرور و نور و وجد و حال ہو جائے گائب پیدا

مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا

نہ گنجہا کفر کی غفلت سے تو لے نور کے طالب

وہی پیدا کرے گا دن بھی کی ہے جس نے شب پیدا

توحید و سنت پر عمل پیرا ہونے کا اثر

ایک وہ زمانہ تھا جب کہ اس خیر الائم کا ایک ایک فرد سعادت و برکات کی زندہ تصویر اور خود داری و وقار کی تابندہ یادگار تھا، دنیا میں ان کی مثالیں ہاتھ نہ لگتی تھیں اس لیے کہ وہ اپنی مثال خود ہی تھے۔ قومیں ان سے لرزتی تھیں، تاج و تخت کے مالک ان سے خضرتے تھے اور ان کے نام سے بڑے بڑے مغرور دماغ ڈھیلے پڑ جاتے تھے، اس لیے کہ قوت و شوکت ان کے قدموں میں تھی، اقبال ان کے آگے آگے تھا، اور وہ ناکامی و تنزل کو پس پشت پھینکتے ہوئے فوز و فلاح کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے، انہوں نے اپنی سچی ہمدردی اور مؤثر تقریروں سے سینوں کو برمایا، دلوں کو نرمایا، روحوں کو گرمایا، آنکھوں کو برسایا، نفوس کو ڈرایا، محضی قوتوں کو جگایا اور جاگتے ہوؤں کو تڑپایا، خود فراموشوں کو چوکایا، اور اس طرح منکروں اور سرکشوں کی جماعتوں میں اپنے جن کردار سے شکے ڈال دیئے اور خدا کا حکم بلند کر دکھایا، اور یہ سب کچھ اس حکمت ربانی اور نعمت یزدانی کی برکت سے تھا جس نے محبوب رب العالمین کی انغوش میں اس طرح پردوش پائی کہ اس کی بدولت سرزمین عرب کا ذرہ ذرہ آپ کا شیدائی اور فدائی بن گیا، اور کوہ نہ کوہ نہ پر حق کی صدا گونج اٹھی۔ ۷

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہادی

اور یہی وہ حکمت تھی جس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی گلیوں اور کوچوں میں اور ان کے بازاروں اور محلوں میں بلکہ ہر گھر میں توحید و رسالت کا ڈنکا بجا دیا اور یہی وہ حکمت تھی جس نے آتشکدہ فارس اور صنم کہہ عرب کو پرچم توحید کے سامنے سرنگوں کر دیا، اسلام ابوہریم کا چھینٹا، بوئے گل کا قافلہ، نیم سحر کی مروج حیات تھا، جو کوہ سعیر اور فاران کی چوٹیوں پر جھوم جھوم کر آیا اور بلبلین کی مبارک وادیوں میں کھل کھلا کر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں سلما گئیں عقائد و اعمال اخلاق و تمدن کے پڑمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آگئی۔ درجہ بدرجہ چاند اور ستاروں کے طلوع کے بعد وہ خورشید اللہ طالع ہوا جس کے لیے غروب نہیں۔ طرح طرح کی بہاروں کے بعد کائنات عالم میں وہ سدا بہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزاں نہیں۔

سنت نبوی کی فیروز مندیال رحمت ایزدی کا اہم بہار بن کر کوہ و دشت پر پھول برسائے گئیں۔
توحید کی وہی دعوت جو ایک بیگانہ آواز تھی اور جس کو ہر طرف اجنبی اور ناموس سمجھا گیا تھا آواز
ہینے والی بزرگ ترین ہستی نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اُن کو وہی بیگانگی
اجنبیت اور مسافرانہ یکسی کا منظر نظر آیا۔ رفتہ رفتہ اجنبیت دور ہوئی۔ بیگانگی کا فور ہوئی۔ آواز
کی صداقت اور نولے سچ کی کشش و صلے اخلاق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا۔ کان والے
سننے لگے اور جو سننے لگے سر دھننے لگے یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیفیت معمور
اور اس شراب حق سے مخمور ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا چشمہ کبھی خشک ہونے
نہیں پایا۔ آپ کے مثل اور سنت کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ آپ کی اُمت کی
ضرورتیں کبھی زیادہ دیر تک اٹکی نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے ان کو پورا کیا ہے اور
اس طرح پر آپ کی مشعل نور سے براہ راست مسلسل طریقہ پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں شعلیں روشن
ہوتی رہی ہیں اور قیامت تک بغض اللہ تعالیٰ ہوتی رہیں گی آپ کی کامل پیروی سے ہر زمانہ میں
اور تقریباً ہر جگہ کم و بیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہتے ہیں جن سے آپ کی سنت کی یاد تازہ
ہوتی رہی ہے اور ان فرزندان اسلام نے خدا کی راہ میں جان و مال کو قربان کیا تاکہ دنیا کو آباد
کریں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا تاکہ دنیا کی مٹی ہوئی مذہبی اور روحانی یاد گاریں پھر زندہ ہو
جائیں۔ انہوں نے اپنے قیمتی خون کو بہایا تاکہ دنیا کے چہرے بشارت کا وہ آب و رنگ
پھر عموماً کہ گئے جس کو کافروں اور مشرکوں کے قوی اور فعلی حشیا نہ حملے ایک حد تک سیلاب
کی طرح بہائے گئے تھے۔ انہوں نے غیظ و غضب اور سب و شتم سے قطعاً دور رہ کر اپنے
دلائل و براہین کے استحکام اور اپنی تقریر کے اثبات کے لیے شیریں محالی دل نشین طرز کلام
اور پُر از معلومات علمی و تحقیقی جو اہر ریزوں اور واعظ حنہ اور نصائح دل پسند کے گوہر ہے بہا
سے احقاق حق اور البطل باطل کے لیے اپنی زبانیں اور قلم و قوت کئے اور درشت کلامی
و خراش طرز گفتگو اور طعنہ ہائے پُر تحقیق سے اجتناب کرتے ہوئے مخالفین کو صرف ہی کما کہ -

کلمہ مایہ زبانی و بیانے دارد

توحید و سنت روگردانی کرنے کا نتیجہ
لیکن آہ! آج ہی دشمنان قوم کے افراد کامیاب ہو کر محروم اقبال انسان بن چکے ہیں ان کی کائنات
ان سے شر مار رہی ہے اور مکالمہ ان کے لئے بڑا لگ رہا ہے۔ ع۔
ابتداء وہ تھی انتہا یہ ہے

ماضی کے سامنے حال کو شرمناک رہا ہے۔ آہ! کہ جو بزم ہمیشہ بادہ بجم رہی ہے
آج وہ آتش بجم نظر آرہی ہے کیونکہ وہ قدیم سکون و طمانیت کی شفاف فضا میں اور
یمن و سعادت کی بلند سطحیں اور جاہ و جلال اور علم و تحقیق کے وہ ارفع مناظر ہمارے سامنے
نہیں ہیں اور نہ وہ روحانی طور پر مقدس بستیاں موجود ہیں جن سے شغائے روحانی کا سبق
حاصل کیا جاسکتا ہے؟ آہ -

پریم خیال کا دم کہاں اُس کی وہ بزم کج کہاں
بادہ نہیں تو ہم کہاں زلیست یہ زلیست ہی نہیں

امت مسلمہ کے سر پر جب کہ ایک مبارک عہد نے اپنا ظل بہا یونی ڈالا تو وہ اتنی خود دار
اور باجبروت ہوئی کہ اس کی حیرت انگیز طاقت نے قیصر و کسریٰ کی منظم حکومتوں کے تخت
اُگٹ دیئے عالم کی حکمرانیوں کے نقشے بدل دیئے اور دنیا کی کایا پلٹ دی اور اسی قوم پر جب
قرآن و سنت سے اعراض اور علم و عمل سے محرومی کا دور آیا تو وہ اتنی بیوزن اور محروم و قادر
ہو گئی کہ آج دنیا نے مل کر اس کا نقشہ بدل دیا۔ اور اقوام عالم نے خود اُس کی کایا پلٹ
دی کہ غیر تو غیر تھے برائے نام اسلام کے نام لیوا بھی اُس کی اصطلاحات اور حدود و تعریفات
کو بدلنے کے درپے ہیں۔ اور اپنی عقل نارسا کی زنجیروں میں تعلیمات اسلام کو جھوٹنے کی
فکر میں ہیں محکمہ فطرت حقیقی کا وعدہ ہے کہ اس اسلام کے ابدی سرچشمہ کو قیامت تک
محفوظ رکھے گا جو اس آفتاب عالم تاب پر بخونکنے کی بے جا کوشش اور کاوش کرے گا تو
گویا اس نے اپنے منہ پر بخونکنے کی کوشش کی کہنے والے نے کیا پتے کی بات کی ہے یہ
نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن چھوٹوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

غرضیکہ قرآن وحدیث توحید وسنت سے اعراض کرنے اور ان سے روگردانی کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ کفر وشُرک بدعت اور رسم و رواج پھیل جاتا ہے، اور جہالت کے جراثیم اندر ہی اندر سے مسلمان کی روحانی صحت کو فاسد کئے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ روحانی عطائیوں سے بچائے علوم کی جانیں کب چھوٹ سکتی ہیں۔ وہ تو جو نیکو کی طرح زبان حال یہ کہتے ہوئے کہ مان نہ مان ہیں تیرا مہمان، عقائد و اعمال اور اخلاق کے ایک ایک قطرے کو چوس رہے ہیں۔ خدا کرے کہ عامۃ المسلمین کو گندم نما جو فرد شوں کے پہچاننے کا سلسلہ آجائے اور ایسا نہ ہو کہ بقول شخصے ۔

چلنا ہول تھوڑی دور ہر ایک تیز فکے ساتھ

پہچانا نہیں ہوں ابھی راہ بسر کریں

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ مسلم قوم کی دینی دنیوی تنزل کا واحد سبب ہی دینی علوم سے جہالت اور قرآن وحدیث اور توحید وسنت سے اعراض ہے اسی چور دروازے سے باطل پرست اور غلط کار لوگ داخل ہوتے ہیں اور لوگوں کے ایمان و اخلاص اور اتباع اور اطاعت کے متاع عزیز کو لوٹ کر چلے جاتے ہیں اور کانون کان خبر نہیں ہوتی جب تک ہر ایک مسلمان مرد و زن اور بوڑھا و جوان قرآن وحدیث کی تعلیم سے آراستہ نہ ہوگا کبھی شیاطین انس و جن کے اغواء سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ کبھی ضلالت و گمراہی سے بچ سکتا ہے ہر ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی دیرینہ آرزو یہی ہے مگر صد افسوس کہ ۔

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ مانے تو

کلیاں تو گو میں چار سو کوئی گلی کھلی نہیں

سبب تالیف

علمی اور تحقیقی میدان میں مضامین اور ناقدانہ رنگ میں جائز اور صحیح تنقید ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان کو اپنی غلطی پر تنبیہ اور اپنی علمی خامی پر آگاہی ہوتی ہے اور جس سے صحیح رائے قائم کرنے کا ذریعہ ملتا ہے بشرطیکہ تنقید صحیح اور علم و تحقیق پر مبنی ہو اور

ہر اہل علم اور منصف مزاج ایسی صحیح تنقید کا ہر وقت آرزو مند اور متلاشی رہتا ہے۔ راقم الحروف نے اپنی علمی بے بضاعتی اور علمی بے مائیگی کے ہوتے ہوئے توحید وسنت کے اثبات اور شرک و بدعت کی تردید میں کافی عرصہ ہر چکا ہے کہ چند کتابیں لکھی تھیں جن کو ہندوپاک کے مختلف مکتب فکر کے مسلمانوں نے حتیٰ کہ جدید اور محقق علمائے کرام نے بے حد پسند فرمایا۔ اور بعض کتابوں پر ہماری استدعا کے پیش نظر علمی اور بلند پایہ تقریظیں بھی انہوں نے تحریر فرما کر ہماری ہمت افزائی کی جن میں بعض چھپ بھی چکی ہیں اور بعض ابھی طبع نہیں ہوئیں۔ کچھ عرصہ سے یہ سنتے سنتے ہم لکنا گئے تھے کہ ہماری کتاب دل کا سرور کا جواب لکھا جا رہا ہے ایک گونہ خوشی ہوئی کہ فریق مخالف کے کسی زندہ دل صاحب کو کم و بیش دس بارہ سال کے عرصہ کے بعد ہی ہماری ایک کتاب کی تردید لکھنے کی توفیق و ہمت ہوئی ہے یہاں تک کہ فریق مخالف کی طرف سے وہ تردید کی کتاب بنام نور ہدایت طبع ہو کر ہمارے پاس پہنچی اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس مشہور عالم اور زبان زد خلافت مثال کی کہ ”کھنڈ اپناڑ نکلا چوہا“ (مگر خدا کی شان وہ بھی بالکل مردہ) حقیقت کچھ آئی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کے مولف کا نظریہ معجزات و کرامات وغیرہ کے بارے میں سراسر غیر اسلامی ہے، اور یہ بھی کہ وہ قرآن کریم وحدث شریف اور کتب قوم سے بالکل ناواقف اور نااہل ہیں۔ اور دیکھتے ان کے لیے مناسب ہے کہ وہ کسی اچھے مدرسہ میں داخل ہو کر علماء دیوبند کی سرپرستی کے بغیر اور کہاں ہو سکتا ہے؟ رہ کہ کچھ عرصہ علم حاصل کریں تاکہ ان کو کھری اور کھوٹی، حق اور باطل، صحیح اور غلط بات کی تمیز ہو سکے۔

قارئین کرام یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوں گے کہ مولف نور ہدایت نے دیگر غلطی کا نوکنا ہی کیا ہے، صرف معجزہ و اور کرامت کے بارے میں چار فاحش غلطیاں کی ہیں کہ ہر ایک اہل علم کو دیکھ کر ان پر تہنسی آتی ہے۔ پہلے تو انہوں نے معجزہ کی تعریف غلط کھی اور غلط کی۔ پھر معجزہ اور کرامت کو نبی اور ولی کا فعل قرار دیا۔ پھر معجزات (اور کرامات) کو مطلقاً فوق الاسباب کہا۔ اور پھر ان معجزات (وکرامات) پر حاصل شدہ قدرت سے

انبیاء کرام (اور اولیاء عظام) علیہم الصلوٰۃ والسلام کا محتکر کل اور متصرف فی الامور ہونا ثابت کیا اور قدم قدم پر پھٹو کریں کھائیں اور اس کا پورا پورا ثبوت دیا کہ ظلمات "بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" ہم نے ان کی کتاب نور ہدایت کے بعض مصالح کی بنا پر دو حصے کر دیے ہیں۔ ایک حصہ وہ ہے جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ ہماری کتاب "دل کا سرور" سے ہے۔ طبع دوم چونکہ تقریباً ختم ہو رہا ہے اور طبع سوم کی تیاری ہے۔ اس لیے اس کا جواب تو اہم "دل کا سرور" طبع سوم میں عرض کریں گے انشاء اللہ العزیز۔ اور دوسرا وہ حصہ ہے جو "دل کا سرور" سے تعلق قریب نہیں رکھتا، اس حصہ کا جواب ہم نے اس کتاب میں دیا ہے، ہمیں اہل انصاف سے پوری توقع ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس کو پڑھیں گے اور غور فرمائیں گے کہ مؤلف نور ہدایت کا علمی پایہ کیسے؟ اور مسائل میں ان کا نظریہ کہاں تک درست ہے؟ اور ان کے دعاوی اور دلائل کا آپس میں کیا تناسب ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس کتاب سے بخوبی ان کا علمی پس منظر اور پیش منظر واضح ہو جائے گا اور عامۃ المسلمین کو حق و باطل میں حد فاصل معلوم ہو جائے گی۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا دامن تحقیق قرآن کریم صحیح احادیث اور سلف و صالحین کی صحبت اور واضح تر عبارات کے قوی اور صحیح دلائل و براہین سے وابستہ ہے اور بفضلہ تعالیٰ اکابرین علماء دیوبند کے ثناء اللہ جماعتہم کا جو اس زمانہ میں صحیح معنی میں اہل السنۃ و الجماعت ہیں ائمہ دین کے قدم پر قدم ہے اور ان کے عقیدہ اور عمل سے سرفراز ہونے سے متجاوز نہیں کیا اگرچہ کئی لوگ افراط و تفریط کی حدود کو چھانڈ کر دور نکل گئے ہیں مگر یہ اکابر جہاں تھے وہاں ہی ہیں۔

وہ تیری گلی کی قیامتیں کہ مجھ کے مرنے اکھڑ گئے

یر میری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھڑی تھی دھڑی تھی

یہ بات الگ ہے کہ غلط کار اور غرض لوگوں نے کسی وقت اور کسی زمانہ میں اہل حق کو کبھی نہیں

بخشا، نہ تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا محصور کردہ مخافوں کے غلط پروپیگنڈے سے محفوظ رہا

ہے اور نہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ و ائمہ دینؓ وغیرہم کا کردہ مگر سمجھا اور اہل انصاف لوگ کبھی ہل پرستوں کے یہودہ الزامات سے متاثر نہیں ہوئے۔ کم فہموں اور غرض پرستوں کی بات ہی نہیں ہو رہی، وہ تو ہر زمانہ میں سہے ہیں، اب بھی کج فہم ہیں اور تاقیامت رہیں گے۔ اہل حق ہمیشہ سے راستی کے بیج پر گامزن ہوتے ہوئے سکون دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور جناب امم الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں مشغول و منہمک رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے بھلا اللہ تعالیٰ اب بھی اس میں مصروف ہیں کہ۔

جو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکے گا جو رو رہا ہے وہ رو چکے گا
سکون دل سے خدا کا جو رہا ہے وہ ہو چکے گا

ہم قارئین کرام کے سامنے پہلے تو اکابرین علماء اسلام سے بشمول بعض اکابرین فریق مخالف مجزرہ (اور کرامت) کی تعریف اور اس کی حقیقت نقل کرتے ہیں جس سے مجزرہ وغیرہ کی تعریف کیساتھ کوئی بیہات ثابت ہو جائیگی کہ مجزرہ اور کرامت جس اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور اس کے اثبات پر ہم صرف علماء اسلام کی نقول اور عبارات پر ہی مدد نہیں رکھیں گے بلکہ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے اس پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ عرض کریں گے، اور اپنے دعوئے اور استدلال کی تائید کے لیے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض مضمرین سے تائید بھی عرض کریں گے اور پھر یہ عرض کریں گے کہ مجزرہ اور کرامت مطلقاً فوق الاسباب نہیں ہوتے بلکہ ان کو کہ غرضی اور غیر ظاہری اسباب ہوتے ہیں مگر ان پر چونکہ کمال غالب ہوتا ہے اس لیے دوسرا اسباب و علوٰیہ کو یہ ممانہ نظر آتے ہیں، اور مجزرات و کرامات کے بارے میں جہاں جہاں اور جن جن عبارات سے مؤلف نور ہدایت نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے غلط استدلال کیا ہے، بڑے مختصر طریقہ پر ہم ان کی طرف بھی ہلکے ہلکے اور بعض میں قدرے تفصیل سے اشارت کرتے چلے جائیں گے، اور پھر یہ عرض کریں گے کہ مؤلف نور ہدایت والہمدیات امرا کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کس طرح ٹھوکر کھائی ہے اور بہالت کی وجہ سے اپنے اعطیہ کی بھی کس طرح صریح مخالفت کی ہے، اور اس کے علاوہ بھی بعض امور عرض ہوں گے۔

تنہا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

ہم انشاء اللہ العزیز یہ کوشش کریں گے کہ ہر حوالہ اصلی کتاب سے بقیہ حروف نقل کر کے اس کا ساتھ ہی لفظی ترجمہ بھی عرض کر دیں تاکہ خواص و عوام دونوں برابر مستفید ہو سکیں اگر ہمارے نقل کردہ حوالوں میں کوئی غلطی ہو تو معقول طریقہ سے اس نشاندہی کے ہم شکر ہوں گے اور بفضلہ تعالیٰ اصلاح کی کوشش کریں گے۔

باب اول

معجزہ کی تعریف اور اس کی حقیقت

معجزہ لغت معجز سے مشتق ہے جو قدرت کی ضد ہے۔ حرف ہاء اس میں یا از مبالغہ کے لیے ہے اور یا لفظ معجزہ آیتہ وغیرہ کی صفت ہے۔ اور معجزہ کے اندر فعل معجز کو پیدا کرنے والا اور فی الحقیقت منکروں کو عاجز کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر صا در ہوتا ہے، مگر نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

۱۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ کہتے ہیں کہ

وسمیت المعجزة معجزة لعجز من اور معجزہ کو اس لیے معجزہ کہا جاتا ہے کہ جن کے یقع عندهم ذلك عن معارضتها پاس وہ پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے معارضے عاجز رہتا والہا فیہا للمبالغة اوہی صفة محذوف ہیں اور حرف ہاء اس میں مبالغہ کے لیے ہے (جیسا کہ لفظ واشہر معجزات النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم القدران الخ آیتہ وغیرہ محذوف ہے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور دفع اباری ۶ ص ۲۴۴) ترین معجزہ قرآن کریم ہے۔

حافظ الدین نے معجزہ کی تعریف کرنے کے بعد مشہور تر معجزہ (قرآن کریم) کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ مؤلف نور ہدایت (ص ۳۷) نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے بحوالہ حاشیہ بخاری ص ۵۰ حافظ ابن حجر سے جو معجزہ کی تعریف نقل کی ہے وہ معجزہ کی تعریف نہیں ہے بلکہ وہ تو انہوں نے تحدی کی صورت بیان کی ہے حیف ہے اس تحقیق پر کہ مؤلف نے معجزہ

کی تعریف اور توحید کی تصویریں بھی تمیز نہیں ہے۔ اور پھر حافظ ابن حجر کی اُدھوری عبارت کو نقل کر کے اور اصل مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے جو یہ بہتان مولف نے قائم کیا ہے کہ حافظ حدیث کی تعریف سے واضح ہوا کہ معجزہ کو نبی کا فعل کہہ سکتے ہیں اور ان کے فعل و اختیار سے صادر ہونا ہے۔ بلفظ (نور ہدایت صفحہ ۳۷)

تویہ ان کی نرمی خوش فہمی بلکہ جہالت کا عبرتناک مظاہر ہے۔ حافظ حدیث تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے قرآن کریم کو مشہور معجزہ کہتے ہیں۔ کیا مولف نور ہدایت کے نزدیک قرآن کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسب و فعل اور اختیار سے بنایا تھا؟ اور کیا حافظ ابن حجر اس کے قائل تھے؟ ہوش میں آکر جواب دیں۔

شادوم کہ از رقیبال دامن کشاں گذشتی

گو مشتبہ خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

۲۔ اور حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنؤ جی المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں کہ۔

معجزہ عبارت است از امر خارق عادت معجزہ اس خارق عادت امر کو کہا جاتا ہے جو ممکن کہ بدست مدعی نبوت بقابلہ منکرین نبوت نبوت کے مقابلہ میں مدعی نبوت کے ہاتھ پر صادر صادر شود و کسے مثل او کر دن نتراند۔ ہو۔ اور اس کی مثل لانے پر کسی کو قدرت حاصل

(مجموعہ فتاویٰ جلد ۲ ص ۱۸)

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

۳۔ حضرت ملا علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۲ھ ارتقا فرماتے ہیں کہ

المعجزة من العجز الذي هو ضد القدر وفي التحقيق المعجز فاعل العجز في غيره وهو الله سبحانه

معجزہ عجز سے (مشتق) ہے جو قدرت کی ضد ہے اور تحقیقی بات صرف یہ ہے کہ معجزہ وہ ہے جو غیر کے اندر عجز کا فعل پیدا کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس ہے۔

(مرقاۃ ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳)

اس عبارت سے بھی بصرحت یہ بات ثابت ہو گئی کہ حقیقت معجز (یعنی عجز کا

فعل پیدا کرنے والا) صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔

۴۔ رئیس المتکلمین قاضی ابوبکر ابن الطیب الباقلائی المتوفی ۷۳۲ھ لکھتے ہیں کہ۔

فصل فی حقیقة المعجزة معنی قولنا ان القرآن معجز علی اصولنا انه لا یعتقد

فصل معجزہ کی حقیقت میں۔ ہمارے اس قول کا مطلب کہ قرآن مجرب ہے ہمارے اصول پر ہے کہ

العباد علیہ وقد ثبت ان المعجز الدال علی صدق النبی صلی اللہ علیہ

بندے اس پر قادر نہیں ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معجزہ جو صدق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا

وسلم لا یصح دخوله تحت قدرة العباد وانما ینفرد اللہ تعالیٰ بالقدرة

ہے اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ بندوں کی قدرت کے تحت داخل ہے بلکہ معجز کی

علیہ ولا یجوز ان یعجز العباد عما تستحیل قدرته علیہ (الی ان قال)

قدرت پر صرف اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے بھلا یہ کیسے جائز اور صحیح ہے جو یہ کہا جائے کہ بندے اس چیز سے

وذلك معجزات سائر الانبیاء عاجز ہو گئے ہیں جس پر ان کا قادر ہونا ہی محال ہے

علی هذا

(پھر گے فرمایا کہ) اور یہی حال ہے تمام انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا کہ وہ بھی داخل تحت

عجاز القرآن

(برامش القان جلد ۲ ص ۱۸)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ خواہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہو یا کسی اور نبی کا بہر حال اس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے اور یہ محض اسی کا فعل ہے بندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

۵۔ اور علامہ قاضی عیاض بن عیاض المالکی المتوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ۔

اعلم ان معنی تسمیة ما جاء به الانبیاء معجزة هو ان الخلق یعجزوا عنه فمعجز هو عنه هو فعل

جاننا چاہیے کہ جو خارق عادت چیز انبیاء کوام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لیے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی ہے اور جب مخلوق اس سے

اللہ تعالیٰ دل علی صدق نبیہ (الی ان قال)

عاجز ہوتی تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص خدا تعالیٰ کا فعل

كلحياء الموتى وقلب العصا حية ولخراج
ناقة من صخرة وكلام شجرة ونبيح
الماء من بين الاصابع وانشقاق القمر
عمالا يمكن ان يفعله احد الا الله
فيكون ذلك على يد النبي من فعل
الله تعالى وتحمديه عليه السلام من
يكذبه ان يأتى بمثله تعجز له -
(شفاء صفحہ ۱۲۲)

یہ عبارت بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو تا ہے مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، پھر اس کے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اس کو صادر فرما کر ان کی نبوت کو ثابت کر دیتا ہے۔

۶۔ اس کی شرح میں جناب علامہ محقق لکھتے ہیں کہ۔

قال المتكلمون وتخص المعجزة متكلمين كمنه ان معجزه كسيلة به خصوصية
بكونها فعل الله تعالى وليست داخلة
تحت قدرة البشر لرفعة الصفات شرفا
یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ معجزہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔

۷۔ امام الفلاسفہ والمناطقہ محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں کہ۔

ووجه ذلك المعجزة على صدق
الرسول ان كل ما عجز عنه
البشر لم يكن الا فعلا لله تعالى
فهم ما كان مقرونا بتخدي
النبي صلى الله عليه وسلم ينزل
معجزه انبياء كرام ثم كى صدقات يرباين طور دلالت
كرنا ہے کہ جب اس کے ظاہر کرنے سے تمام
انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہو
گا اور بس اور جب یہ نبی کی تحدی سے مقرون ہوگا
تو اس کا مطلب یہ ہوگا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تصدیق

منزله قوله صدقت
کردی کہ تو دعوائے رسالت میں سچا ہے۔

(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۹)

یہ عبارت بھی اس بات کی واشگاف دلیل ہے کہ معجزہ بس اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے
۸۔ امام عبد الوہاب شہرانی المتوفی ۱۹۳ھ الشیخ ابو طاهر القزوينی المتوفی ۳۰۰ھ کی
کتاب سراج العقول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔

اعلم ان البرهان القاطع على
ثبوت نبوة الانبياء هو المعجزات
وهي فعل يخلقه الله خارقا للعادة
على يد مدعى النبوة معترفه عوا
وذلك الفعل يقوم مقام قول الله
عز وجل له انت رسول تصديقا
لما ادعاه الله (اليواقيت والجواهر جلد ۱ ص ۱۵۸)

نیز الشیخ ابو طاهر وہی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔

انه لا يخفى ان المعجزة حقيقة انما هو الله
تعالى فانه خالق العجز والقدر قواما
سعى الفعل الخارق للعادة معجزة
على طريق التوسع و
المجاز لا على الحقيقة
كمن نظر الى صاعقة تقع من
السما فيقول انظر الى قدرة الله
وانما هي من آثار قدرته وذلك ان
العجز انما يكون عن مقدور

عليه وليس احياء الميت مثله من زنده کرنا تو بشر کی قدرت میں داخل نہیں ہے حتیٰ کہ
مقدور البشر حتیٰ لقال ان فلا تاعجز یہ کہا جائے کہ فلا ان احياء موات سے عاجز ہو
عن احياء الموتي الخ (الباقيات جلد ۱ صفحہ ۱۶۰) ہو گیا ہے۔

اس سے بھی صراحت کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ امر خارق للعادة کو معجزہ کہنا محض بطور
مجاز ہے درحقیقت معجز (عاجز کرنے والا) وہ فعل نہیں جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے
بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک ہستی اور ذات اس فعل کے ذریعہ مکذبین کو عاجز کرنے والی ہے جو
حقیقی طور پر خالق معجز و قدرت ہے۔ اور یہ فعل مخلوق کی طاقت سے بالکل خارج ہے اور
ان کا اس پر کوئی دسترس نہیں ہے۔

۹۔ مشہور مورخ اسلام علامہ عبد الرحمن بن خلدون المغربی المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ۔
ومن علاماتهم ايضا وقوع انبياء کرام کی علامات میں سے خوارق عادت
الخوارق لهم شاهدة بصدقهم کا وقوع بھی ہے جو ان کی صداقت پر شہادت
وهي افعال يعجز البشر عن مثلها دیتے ہیں اور وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان
فسميت بذلك معجزة وليست عاجز ہیں اسی وجہ سے ان کو معجزہ کہا جاتا ہے
من جنس مقدور العباد وانما اور یہ افعال ان افعال کی جنس سے نہیں ہیں
تقع في غير محل قدرتهم و جن پر بندوں کو قدرت ہوتی ہے بلکہ یہ افعال بندوں
للناس في كيفية وقوعها کے محل قدرت بالکل باہر ہوتے ہیں اور لوگوں کو معجز
ودلائمها على تصديق الانبياء کے وقوع اور ان کی تصدیق انبیاء پر دلالت کرنے
خلاف فالمتكلمون بناء على کی کیفیت میں اختلاف ہے متکلمین کہتے ہیں کہ
القول بالفاعل المختار قائلون چونکہ فاعل مختار ایک ہی ہے اس لیے معجزات
بانها واقعة بمقدرة الله لا بفعل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقع ہوتے ہیں نبی کے
النبي وان كانت افعال العباد فعل سے نہیں واقع ہوتے معجزہ اگرچہ بندوں
عند المعجزة صادرة عنهم لہ کے افعال کو خود ان سے صادر مانتے ہیں

ان المعجزة لا تكون من جنس افعال مگر معجزات کے بارے میں معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ
وليس للنبي فيها عند سائر المتكلمين معجزات میں بندوں کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہوتا
او تمام متکلمین کے نزدیک نبی کا کام معجزہ میں صرف
يستدل بها النبي صلى الله عليه باذن الله تحدى کرنا ہے کہ وہ ان کے وقوع
وسلم قبل وقوعها على صلقه فی سے پہلے اپنے مدعا کے صدق پر اس استدلال
مدعاہ فاذا وقعت تنزلت منزلة کرتے ہیں اور جب معجزہ واقع ہو جاتا ہے تو گویا خدا
القول الصحيح من الله بانه صادق کی طرف سے صریح قول صادر ہو جاتا ہے کہ نبی
صادق ہے اور معجزہ گویا بمنزل قول صریح کے ہے (مقدمہ ص ۳۹)

علامہ کی اس عبارت سے صاف طور پر یہ معاملہ حل ہو گیا ہے کہ معجزات ان
افعال سے ہرگز نہیں ہیں جن پر انسانوں کو قدرت حاصل ہوتی ہے بلکہ معجزات محل
قدرت سے بالکل خارج ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ متکلمین کے نزدیک معجزہ
اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی کا فعل نہیں ہوتا نبی کا کام اس میں صرف باذن اللہ
تحدی ہوتی ہے اور بس۔ اور یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت و رسالت کی عملی تصدیق
ہوتی ہے جو گویا اس قول خداوندی کے قائم مقام ہوتی ہے کہ واقعی یہ میرا رسول اور نبی
ہے اور میں اس معجزہ کے فعل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ علامہ کی اس عبارت سے
یہ بھی روشن ہو گیا کہ معتزلہ کے نزدیک اگرچہ عباد اپنے افعال کے خود خالق ہیں اور یہ
ان کا ایک مشہور و معروف مسئلہ ہے جو کتب عقائد میں شرح ہے مگر معجزات کے بارے
میں ان کا نظریہ بھی صرف یہی ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں۔ انبیا کرام
عليهم الصلوٰۃ والسلام کا ان کی ایجاد میں کچھ دخل نہیں ہے صرف یہ افعال ان کے
ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں اور بس۔

اہم شعرائے شیخ محی الدین ابن عربی المتوفی ۶۲۸ھ کی ایک عبارت کی تشریح
کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

وقد حدد جمهور الأصوليين به تحقيق جمهور اهل اصول في معجزه كبري تعريف
المعجزة بانها امر خارق للعادة كى ہے کہ وہ ایک ایسا امر ہوتا ہے جو خارق عادت
مقرون بالتحدى مع عدم المعارفة ہوتا ہے اور تحدى (چیلنج) سے مقرون ہوتا ہے
من المرسل اليه بان لا يظہر اور جس قوم کی طرف رسول کو بھیجا جاتا ہے وہ ایلے
بينهم ذلك الخارق كما سيأتى خارق عادت امر کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی
بيانه في المبحث بعده والمراد ہے، اور ان کے ہاتھ سے یہ ایسا فعل صادر نہیں
بالتحدى هو الدعوى للرسالة کیا جاتا جیسا کہ اگلی بحث میں بیان ہوگا۔ اور تحدى
وفيما قلنا تنبيه على انه سے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنا نامرد ہے اور
ليس الشرط الا قتران بالتحدى ہم نے جو کہا ہے تو اس میں اس امر پر تنبيه موجود
بمعنى طلب الدتيان بالمثل الذى ہے کہ معجزہ کے تحدى کے ساتھ مقرون ہونے کا یہ
هو المعنى الحقيقي للتحدى وانما مطلب نہیں ہے کہ واقعی منکرین سے اس طرح
المراد انه يكفى دعواه الرسالة کے خارق عادت فعل کا مطلب کیا جائے جیسا کہ
فكل من قيل له ان كنت رسولاً تحدى کا حقیقی معنی ہے۔ بلکہ نبی کو صرف دعویٰ
فانتا بمعجزة فاطهر الله تعالى رسالت ہی کافی ہے پس ہر وہ ہستی جس کو یہ کہا
على يديه معجزاً كان ظهور ذلك گیا کہ اگر واقعی تو رسول ہے تو ہمارے سامنے معجزہ
دليلاً على صدقه نازلاً بمنزلة پیش کر۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر
التصريح بالتحدى اھ معجزہ صادر کر دیا تو اس معجزہ کا ظاہر ہونا ہی اُن کے
اليواقف والجواهر صادق ہونے کی دلیل ہے اور گویا یہ صریح تحدى
جلد ۱۔ ص ۱۵۷ اور چیلنج کے مترادف ہے۔

اس عبارت سے حقیقت معجزہ پر بھی بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا
فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور علی الخصوص اس عبارت سے یہ
بات بھی آشکار ہوتی ہے کہ تحدى کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ

کا نبی اور رسول منکرین کو چیلنج کرے یا منکرین ہی زبان قال سے تحدى کریں تو تب ہی
وہ معجزہ دکھائے بلکہ جب ایک مقدس اور برگزیدہ ہستی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتی
ہے تو گویا ان کا یہ دعویٰ تحدى اور چیلنج کے قائم مقام ہے اور زبان سے ان کو تحدى اور
چیلنج کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے صدق کی اس معجزہ سے عمل تصدیق
کرتا ہے کہ وہ زبان قول میں، اور ظاہر و باطن میں ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے صادق ہیں کنیزہ
نخے باشد مخالف قول وفعل راستاں باہم
کہ رفتار قلم باشد کہ گفت ر قلم پیدا

۱۔ حافظ کمال الدین ابن ہمام الحنفی المتوفی ۶۱۱ھ لکھتے ہیں کہ۔

انها لما كانت مما يعجز عنه معجزه جب ایسی چیز ہے کہ اس کے صادر کرنے
الخلق لم تكن الا فعلاً لله سبحانه سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ
(المسارہ جلد ۲ ص ۸۹) (مع المسارہ) ہی کا فعل ہوگا۔

۱۱۔ اور کمال الدین محمد ابن ابی شریف الشافعی المتوفی ۹۰۵ھ تحریر فرماتے ہیں کہ۔
ان المعجزة ليست الا فعلاً لله تعالى بلا شبه معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔
(المسارہ جلد ۲ ص ۸۹)

۱۲۔ علامہ قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد الابجدی الحنفی المتوفی ۵۷۵ھ رئیس
المتكلمين معجزہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ معجزہ کی سات شرطیں ہیں۔
القول ان يكون فعل الله او ما پہلی شرط یہ ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو
يقوم مقامه (المواقف ص ۶۶) یا جو اس کے قائم مقام ہو (جیسے ترک وغیرہ)
(مع الشرح طبع فولكشون)

اور پھر آگے معجزہ کے حصول کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بحث ثانی میں اپنا
مذہب بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ۔

عندنا انه فعل الفاعل معجزہ ہمارے نزدیک فاعل مختار کا فعل ہے

المختار یظمہا علی ید من جس کو وہ اس ہستی کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے
یرید تصدیقہ بمشیئہ لما تعلق جس کی نبوت کی اپنی مشیت سے تصدیق کرنا
بہ مشیئہ من دعوی النبوة ۶۶۴ چاہتے ہیں۔

۱۳۔ علامہ جلال الدین الدوانی المتوفی ۹۰۷ھ معجزہ کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
ولہا سبعة شروط الاول ان یکون معجزہ کی سات شرطیں ہیں شرط اول یہ ہے کہ
فعل اللہ او ما یقوم مقامہ من معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو تا ہے یا فعل کے
التروک اھ (شرح عقائد صفحہ ۹۵) قائم مقام جو ترک ہو۔

ان عبارت آفتاب نیروز کی طرح یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ
کا فعل دیا اس کے قائم مقام جو ترک وغیرہ ہو) ہوتا ہے جو فاعل مختار ہے۔ نبی کا فعل
نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اس فعل کے ذریعہ سے نبی کی نبوت اور امت
کی علی اور گویا ایک گونہ قولی تصدیق کرتا ہے۔

مولف نور ہدایت کی جہالت یا خیانت دیکھئے کہ وہ مواقف اور شرح مواقف
سے معجزہ کی چند شرطیں بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ۔

(۱) وہ امر اتھی ہو یا اس کے قائم مقام الخ (نور ہدایت ص ۵۸) اور پھر معجزہ کی اس
پہلی اور بنیادی شرط کو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل یا اس کے قائم مقام (ترک وغیرہ) ہو
شیر باد سمجھ کر ٹپ اور مبہم کر گئے ہیں، اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ معجزہ کو نبی اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اختیار فی فعل کتنا جائز اور ان کے تحت قدرت کتنا صواب۔

بلفظ (نور ہدایت ص ۵۸) اٹری چوٹی کا زور لگایا گیا ہے اور خیر سے عبارت میں قطع
و برید کرنے کے علاوہ کسی ایک عبارت کا مطلب بھی صحیح نہیں سمجھ سکتے کسی عبارت
کی ابتداء نہیں دیکھی اور کسی کی انتہاء سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور اصل عبارتوں
کی طرف مراجعت کرنے کی سرے سے تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ شرح عقائد کی یہ
عبارت کہ المعجزات جمع معجزة وہی امر یظمہا بخلاف العادة الخ تو نقل

کر دی ہے۔ اور اس سے قبل کی طویل عبارت چھوڑ دی ہے جو متن میں امم نجم الدین عمر بن
محمد النصفی الحنفی المتوفی ۵۳۷ھ نے لکھی ہے اور شرح میں علامہ تفتازانی نے تحریر فرمائی ہے کہ
۱۴۔ قد ارسل اللہ تعالیٰ رسدا من اور یہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے
البشر الی البشر (الی ان قال) ایدھم انسانوں کی طرف رسول بھیج دھیر آگے فرمایا کہ اور
اک ان انبیاء بالمعجزات الناقضا ان انبیاء کرم کی اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ساتھ
للعادات جمع معجزة وہی امر الخ جو حرافق عادت امور میں تائید کی ہے۔

(شرح عقائد ص ۹۵)

مولف نور ہدایت و ایدھم الخ کا جملہ جو ان کے باطل مدعا کے بالکل خلاف تھا
گیارہویں شرطین کا لہذا مذکور چرب حلوا سمجھ کر کھل گئے ہیں یا اس کو بقول اعلیٰ حضرت شامی کباب
یا سیب کا پانی ہی تصور فرمایا ہو گا آخر منطقیوں کا کہنا ہے کہ التصوریت تعلق بکل شئی
اور مولف مذکور کو بعم خود منطقی ہونے کا دعویٰ بھی ہے ایہ عبارت انہوں نے نور ہدایت
کے ص ۲۸ میں لکھی ہے اور صفحہ ۲۷ میں وہ اپنے مخالفین کو یوں پسند و نصیحت کرتے ہوئے
دل ماؤف کی گرم بھڑاس نکال رہے ہیں کہ۔ جو لوگ اس قدر کھلی تحریف کرنے سے نہیں
شرمتے وہ تحریف معنوی کرنے سے کب سکتے ہیں۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

واقعی حزب مخالف نے تحریف میں یہود و نصاریٰ کو بھی مات کر دیا ہے اور اپنے
خصوصی کرتب دکھانے میں ان سے دو قدم آگے نکل گئے، عوام الناس کو اس سے
سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ستم کیشی کو تیرے کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا

اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

(لفظہ نور ہدایت ص ۲۸ و ۲۹)

اور آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بخوبی اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معجزات

و کرامات کو انبیاء کرام و اولیٰ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اختیاری افعال کہہ کر اور پھر محض مطلقاً مافوق الاسباب امور قرار دے کر اور اس طرز استدلال سے ان کو مافوق الاسباب امور میں تصرف اور محتار کل قرار دینا ایک ایسی شرمناک تحریف ہے کہ اس تحریف کے سلسلے میں وہ نصاریٰ بھی ان کا منہ نہکتے رہ جائیں۔ اور فن تحریف اور خداع میں فریق مخالفت کو اپنا سردار اور پیروں کو اپنی پیروی کے غیچے اٹھاتے ہزاروں دیکھے ہیں۔ لکھتے دیکھتی نہیں گلی دہل کی

۱۵۔ اور علامہ سعد الدین نقاش زانی المتوفی ۷۹۲ھ خبر رسول کے موجب علم ہونے کی بحث کرتے ہوئے اس کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ۔

واما کونه موجبا للعلم بہر حال خبر رسول کا موجب علم ہونا اس یقینی فللقطع بان من اظهر الله تعالى دلیل پر مبنی ہے کہ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ المعجزة علی سیدہ تصدیقہ فی نے معجزہ صادر فرمایا ہو اور اس کے ذریعے دعویٰ الرسالة کان صادقا اس کے دعوے بنوٹ کی تصدیق کی ہو تو لا محالہ فیما آتی بہ الخ ثابت ہو گا کہ وہ ہر اس چیز کے دعوے میں سچا ہے جس کو وہ پیش کرتا ہے۔ (شرح عقائد ص ۱۷)

اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ معجزہ کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا فعل ہے۔ نبی کے ہاتھ پر اس کی تصدیق کے لیے وہ صادر کرتا ہے نبی کا اختیار نبی فعل نہیں ہوتا جیسا کہ نور ہدایت والے نے از روئے جہالت یا خیانت یہ بے بنیاد دعوے کیا ہے۔

ان مسائل میں سے کچھ زرف نگاہی و رکار یہ حقائق ہیں تماشا ئے لب بام نہیں

۱۶۔ اور امام تورپشتی المتوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں کہ۔

معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو معجزات آں جز خدا تعالیٰ نتواند کرد۔ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی صادر (معتقد فی المعتقد باب دوم فصل اول) نہیں کر سکتا۔

۱۔ مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی المتوفی ۱۲۵۲ھ (شاگرد رشید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ و خلیفہ مجاز حضرت سید احمد شہید بریلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

اصدار معجزہ و قبول ایمان بخوابش و اختیار معجزہ کا صادر کرنا اور ایمان کا قبول کرنا نبی کی خواہش رسول نبی باشد تا او تعالیٰ نخواہد و ارادہ فرماید اور اختیار سے نہیں ہوتا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ نہ وقوع نیابد۔ (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ ص ۱۷۱) چاہے اور ارادہ نہ فرمائے وہ واقع نہیں ہوتا۔

۱۸۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفی المتوفی ۱۰۵۲ھ (جن کی ایک غیر متعلق عبارت سے مولف نور ہدایت کے اپنا باطل مدعا کشید کیا ہے دیکھئے نور ہدایت ص ۲۰۹) تحریر فرماتے ہیں کہ۔

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدا تعالیٰ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا است کہ بر دست دے اظہار نمودہ بخلاف ہے جس کو نبی کے ہاتھ پر وہ ظاہر کرتا ہے بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است مطلق دیگر افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے از خدا تعالیٰ و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست ہوتا ہے مگر معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے (مدارج النبوة جلد ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ ناصری دہلی) نہیں ہوتا۔

صاحب نور ہدایت کو حضرت شیخ صاحب کی یہ عبارت بار بار پڑھنی چاہیے کہ حضرت کیا کہہ گئے ہیں؟ آپ تو ما شاء اللہ معجزات کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اختیاری افعال کہہ کر اور ان کو مافوق الاسباب طور پر متصرف مان کر نعوذ باللہ خدائی اختیارات سپرد کر رہے ہیں اور نگلیں کے نزدیک جن پر حضرت شیخ عبدالحق صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ نبی کے معجزہ میں عام دیگر افعال کی طرح کسب اور اختیار بھی تسلیم نہیں کرتے کیا ہم آپ کی مائیں یا ان اکابرین امت کی؟ جواب ہوش میں آکر دینا! اور نیز یہ بھی بتلائیں کہ آپ اپنے لیے کس طریق کو اختیار کرتے ہیں۔ اپنے خود تراشیدہ اور خانہ زاو طریقہ کو یا ان اکابر کے طریقہ کو؟

من یؤمن کہ ایں ممکن آں کن
مصلحت بین و کار آں کن
نیز حضرت شیخ صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ -

چہ معجزہ و کرامت فعل خدا است کیونکہ معجزہ اور کرامت خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو
کہ ظاہر ہے گرد و بر دست بندہ بجمت بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کی غرض
تصدیق و تکریم سے نہ فعل بندہ است سے صادر ہوتا ہے معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل
کہ صادر ہے گرد و بقصد و اختیار و مثل نہیں ہے جو اس کے قصد و اختیار سے صادر ہو
سائر افعال - (ترجمہ فتوح الغیب ص ۲۷) جیسے کہ اس کے دوسرے افعال اختیار ہیں جو اس
از حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قصد و اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

یہ عبارت بھی اپنے مدلول پر بالکل واضح دلیل ہے مزید بشریح کی ضرورت نہیں ہے
بشرطیکہ کسی میں انصاف و دیانت کے ساتھ سمجھ بھی موجود ہو مگر اس کو کیا کیجیے گا کہ
گرجو دل میں نہاں ہیں خدا ہی سے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

کیا مؤلف نور ہدایت کے نزدیک یہ تمام اکابر جو معجزات کو انبیاء کرام کے قصد و اختیار
سے بالاتر کہتے ہیں سب فرقہ جبر یہ محذولہ میں شامل ہیں۔ جیسا کہ نور ہدایت صفحہ ۶۰ میں
معجزات کے غیر اختیاری افعال کہنے والوں کے حق میں یہ لفظ انہوں نے استعمال کئے
ہیں۔ کیلئے مبارک ہے کچھ توبہ کثافتی فرمائیں۔ مآلکم لا تنطقون۔

ان تمام پیش کردہ عبارت کی سند بالکل مبہرین اور آفتاب نیروز کی طرح واضح
ہو گیا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔
تاکہ ان کی نبوت کی عملی تصدیق کی جائے اور معجزہ نبی کا فعل نہیں
ہوتا اور نہ ان کے قصد و اختیار کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے یہاں تک کہ عام افعال اختیار
میں جتنا کسب و اختیار بندوں کو حاصل ہوتا ہے معجزات میں وہ بھی بالکل موقوف ہوتا ہے
اور تمام علماء کلام اور متکلمین کے نزدیک حتیٰ کہ معتزلہ کے نزدیک بھی معجزات الی افعال میں

ہرگز داخل نہیں ہیں جن میں بندوں کی قدرت کا کچھ دخل ہو، اور وہ صاف اقرار کرتے ہیں
کہ معجزات داخل تحت قدرۃ العباد کی قسم سے ہرگز نہیں ہوتے۔

مؤلف نور ہدایت تفسیر بیغۃ الحیران کی ایک عبارت سے (جس میں کتابت کی غلطی ہے)
غلط مطلب اخذ کرتے ہوئے حزب مخالف کو معتزلہ ہونے کا طعن دیتے ہیں مگر خود غیر معتزلہ
سے بھی آگے نکل گئے ہیں، سچ ہے کہ ع۔

میں الزام ان کو دینا تھا قصور اپنا نکل آیا
ان عبارت کے پیش نظر نور ہدایت والے کا یہ مردود قول اور بال نظر یہ کہ معجزہ کو نبی اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اختیاری فعل کہنا جائز اور ان کے تحت قدرت کہنا صواب (بلفظ نور
ہدایت ص ۳۳) بالکل کافر ہو گیا اور ایسے زبردست براہین اور دلائل کے سامنے ایک ناجاہلانہ
اور سرسبز غیر اسلامی نظریہ بھلا کھڑا بھی کیوں کر؟ اور دلائل کے صیاد کے مقابل میں مصنوعی حجت
کی عندلیب کا کہاں نشان و پتہ مل سکتا ہے؟

جاکے گلشن میں یہ کیا صیاد لٹوئے کر دیا ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا نشان عندلیب
معجزات و خوارق کے بارے میں دیگر اکابرین اور علماء کو بند کا نظریہ
۱۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید المتوفی ۱۲۴۶ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب منصب امامت
میں خوارق عادات پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

بیان شحق جل و علی بقدرت خود در اس کا بیان یاں طرہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبول
عالم تکوین تصرف عجیب و غریب بنا تصدیق بندوں میں سے کسی کی تصدیق کے لیے اپنی قدرت
مقبوسے از مقبولان خود سے فرماید نہ آنکہ کافر سے عالم تکوین میں کوئی عجیب و غریب تصرف
قدرت صدور غرق عادت درو ایجاد سے فرماتے نہ کچھ غرق عادت کے صادر کرنے کی قدرت
فرماید و اور باطن آں مامور سے نمایند حاشا اس مقبول بندہ میں ایجاد کرتے، اور اس کو اس
و کلاً قدرت در عالم تکوین از خواص قدرت کے اظہار پر مامور کرتے حاشا و کلاً معاملہ یوں نہیں
ربانی است نہ از آنما قدرت انسانی ہے کیونکہ عالم تکوین کے اندر قدرت یہ تو محض قدرت

(منصب امامت صفحہ ۳۱)
 اس ٹھوس عبارت میں حضرت شاہ صاحب نے خوارق عادات کے غیر کبھی اور غیر متعارف ہونے کی جو تصریح کی ہے وہ مزید کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ میں معجزات و کرامات اور خوارق عادات کے بارے میں کئی ایک محققین علماء امت سے متعدد نقول پیش کر کے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہم نے اس کتاب میں ان کے بعض اقتباسات سے بھی استفادہ کیا ہے اور اسی میں حضرت مولانا حسین شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ ثبت شکن المتوفی ۱۳۵۲ھ کی کتاب ”ذو لوارق“ سے جو فارسی زبان میں ہے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے ہم اس کے ایک حصہ کا لفظی ترجمہ مدنیہ فارین کر کے ہیں جو یقیناً بہت ہی مفید ہوگا۔ چنانچہ وہ ارقام فرماتے ہیں کہ: ”کسی چیز کی قدرت اور اختیار عطا کرنا اور اس کی قوت اقتدار سپرد کرنا اور مضموم کا حامل ہے اور اپنے فعل خاص کو کسی چیز میں ظاہر کرنا اس کا مطلب اور ہے۔ مثلاً کہنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ زید نے قلم سے لکھا اور اپنے فعل خاص کو چوکتا بت ہے قلم میں ظاہر کیا مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ زید نے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت پر قدرت کا اقتدار قلم کو سپرد کر دیا ہے کیونکہ جب تک قلم مثل زید کے انسان نہ ہو جائے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت کی قوت اور اقتدار اس کو حاصل نہیں ہو سکتا اور خاصہ انسان قلم کے ہاتھ میں نہیں جاسکتا پس اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ زید نے قلم کو لکھنے کی قدرت اور اختیار دیا ہے اور اپنا خاصہ اس کے حوالے کر دیا ہے۔ تو اس کے کلام کا حامل یہ نکلے گا کہ زید نے قلم کو انسان بنا دیا ہے بخلاف اس کے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مفاد یہ نکلے گا کہ لکھنے کا فعل زید کا خاصہ ہے اور قلم کو اس فعل میں کسی قسم کی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قوت اور اقتدار ہے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔“

یہ ہیں تفاوت راہ از کجا است تا کجا

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی اور دل میں اتر گئی تو خود سے ہمارا اصل مطلب ملاحظہ کرنا۔ (شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات) کہ افعال میں قدرت اور اختیار تو جناب باری تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے خواص میں سے ہے اور قوت اقتدار آثار خاصہ صمدیت سے ہے کسی شخص یا کسی چیز کو یہ قدرت عطا کرنا یہ رکھنا ہے کہ اس کو ممکن کے مرتبہ سے اٹھا کر واجب کے درجہ پر لے جایا گیا ہے کیونکہ اس قدرت کا مبداء اور ان افعال پر اختیار رکھنا اور قوت و اقتدار کی دار و مدار صرف واجب الوجود کے آثار سے ہے (نہ کہ ممکن کے آثار سے) الخ (رسالہ ردّ لوارق، بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲۔ صفحہ ۲۲) خوارق عادات کے مخلوق کے کسب و اختیار سے بالاتر ہونے پر نیز اہل بدعت کے خانہ ساز ذاتی اور عطائی کے دُعا کا نظریہ پر یہ عبارت کافی روشنی ڈالتی ہے۔

اور حضرت شیخ الاسلام الحاج مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی المتوفی ۱۳۶۹ھ اپنی مشہور مختصر مگر جامع تالیف ”خوارق عادات“ میں جس پر حضرت مولانا شیخ السید محمد الزہرہ صاحب الکشمیری ثم دیوبندی المتوفی ۱۳۵۲ھ کی بہترین تقریظ بھی موجود ہے، ارقام فرماتے ہیں۔ ”یاد رکھو جس چیز کا نام ہم معجزہ کہتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے جو اس کی عام عادت کے خلاف ہو مگر عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے موافق ہوتا ہے کیونکہ خاص اوقات میں مخصوص مصالح کی بنا پر عام عادت کو چھوڑ کر خوارق و معجزات کا ظاہر کرنا یہ بھی حق تعالیٰ کی خاص عادت ہے (خوارق عادات ص ۳۱ بلفظ) نیز کہتے ہیں کہ۔ یاد رکھئے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے اُس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلطی ہے (دلفظ صفحہ ۳۲)“

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ۔ بلکہ جس طرح ہم قلم لے کر لکھتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا یہی صورت معجزہ کی بھی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں کہ انبیاء جس وقت چاہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیں بلکہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ مقتضی ہوتی ہے جاری ہو سکتے

ہیں (ملفوظ صفحہ ۳۳)

اور اسی کی بحث کرتے ہوئے یوں قیطان ہیں کہ معجزہ خدا کی طرف سے نبوت کی فعلی تصدیق ہے یہ نہیں ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ معجزہ فی الحقیقت حق تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی عملی تصدیق ہے (ملفوظ صفحہ ۳۴)

یہ واضح تر عبارات جو دیگر علمائے نے بھی اور اکابر علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہ نے اپنی دینی بصیرت کے تحت پوری ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ارقام اور نقل کی ہیں ہو بہو سلف صالحین کی عبارتوں کی زندہ جاوید تصویریں ہیں، اور ایک حرف بھی ان سے مخالفت نہیں ہے اور کیوں مخالفت ہو جب کہ ان اکابر کی ساری زندگی ہی قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی اتباع میں گذر چکی ہے اور گذرتی ہے۔

شراب خوشگوارم ہست و یار مہربان ساقی نزار و بھیکس یائے چنین یائے کمن دارم علماء بریلی اور حقیقت معجزہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب المتوفی ۱۳۴۰ھ کے ملفوظات میں ہے عرض معجزہ میں قلب ماہیت ہوتا ہے یا نہیں ارشاد اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قلب ماہیت محال ہے یا ممکن جو کہتے ہیں کہ محال ہے ان کے نزدیک پہلی حقیقت فنا ہو جاتی ہے اور دوسری حقیقت رب العزت پیدا فرمادیتا ہے تو معجزہ میں تبدیل حقیقت نہ ہوئی بلکہ تجدید ماہیت اور جو ممکن مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معجزہ میں قلب حقیقت ہوتا ہے لیکن اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ معجزہ واقعی ہوتا ہے (ملفوظ ملفوظات حصہ چہارم)

خان صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اور دوسری حقیقت رب العزت پیدا فرمادیتا ہے ارشاد فرما کر اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ معجزہ میں ایک ماہیت کو فنا کر کے اس کی جگہ دوسری حقیقت کو پیدا اور ظاہر کر دیتا ہے صرف رب العزت کا کام اور اس کا فعل ہے۔

مشہور بریلوی عالم جناب مولوی ابوالحسن صاحب معجزہ کی حقیقت بتانے کے

یہ سوال کر کے اس کا جواب یوں تحریر کرتے ہیں کہ۔

جواب نبی اپنے صدق کا علانیہ دعوے فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر فرمانے کا ذمہ لیتا اور منکدر کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دعوے کے مطابق امر محال عادی کو ظاہر فرمادیتا ہے اور منکرین عاجز رہ جاتے ہیں اسی کا نام معجزہ ہے۔ (ملفوظ العقائد صفحہ ۲۶)

اس سے بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جس کو وہ نبی کی تصدیق کے طور پر صادر اور ظاہر فرماتا ہے۔ کاش کہ مولف نور ہدایت اپنے ہی اکابر کی تحقیقات کو دیکھ لیتے اور ایسی کھلی ضلالت اور فاحش غلطی کا جو سرسبز غیر اسلامی ہے ہرگز وہ ارتکاب نہ کرتے مگر کیا کیا جاتے ہدایت و ضلالت تو خدا کے قبضہ میں ہے۔

اس سعادت بزرگوار نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ معجزہ کو نبی کا فعل کس نے کہا؟

یہ بات کسی طرح بھی قرین انصاف نہ ہوگی کہ ہم معجزات کے بارے میں تصویر کا کفر ایک رخ تو ذکر کر دیں کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے افعال ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور تصویر کا دوسرا رخ سرے سے ذکر ہی نہ کریں کہ معجزہ کو نبی کا فعل کس گروہ نے کہا ہے؟ اور اہل اسلام میں اس گروہ کا کیا پایہ ہے؟ اس لیے اس پہلو کا ذکر بھی ناگزیر ہے۔ متکلمین نے معجزہ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں اب ذرا فلاسفہ اور حکماء سلفاء کا نظریہ بھی دیکھ لیجئے۔ مؤرخ اسلام علامہ عبدالرحمن بن خلدون لکھتے ہیں کہ۔

واما المحکماء فالخارق عندهم اور بہ حال خارق (عادت چیر) تو حکماء اور فلاسفہ من فعل النبی ولو کان فی غیر کے نزدیک وہ نبی کا فعل ہوتا ہے اگرچہ وہ محل قدرت محل القدرة بناء علی مذهبہم فی میں بھی نہ ہوا وہ بات ان کے ایجاب ذاتی کے۔

الایجاب الذاتی و وقوع الحوادث مذہب پر مبنی ہے اور نیز اس پر مبنی ہے کہ حوادث

بعضہا من بعض متوقف علی السبب
والشروط الحادثۃ متتدۃ اخیرا
الی الواجب الفاعل بالذات لا بالاختیار
وان النفس النبویۃ عندہم لہا
خواص ذاتیۃ منہا صدور ہذہ
الخوارق بقدرتہ وطاعة العناصر
لہ فی التکوین والنسب عندهم
مجبور علی التصرف فی الاکوان
مہمما لوجہ الیہا واستجمع لہا
بما جعل اللہ لہ من ذلک والخارق
عندہم یقع للنبی سوا مکان
للتحدی ام لم یکن وهو شاهد
بصدقہ من حیث دلالتہ علی
تصرف النبی فی الاکوان الذی
ہو من خواص النفس النبویۃ لا
بیانہ یتخلل منخلۃ القول
الصریح بالتصدیق فلذلک
لا یتکون دلائلہا عندہ قطعیۃ
کما ہی عند المتکلمین اھ
(مقدمہ صفحہ ۹۴)

میں بعض کا بعض سے وقوع ان کے اسباب اور
شرط و عادت پر موقوف ہے جو بالآخر واجب اور
فاعل بالذات کی طرف مستند ہیں (قطعاً للتسلل)
اور وہ کہتے ہیں کہ ان حوادث کا وقوع اور صدور اللہ
تعالیٰ کے اختیار سے نہیں ہے (کیونکہ ذات خداوندی
کو وہ علت موجبہ قرار دیتے ہیں) اور مختلف معلولین
العلۃ بآثر نہیں ہے) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نفس نبویہ
میں کئی ذاتی خواص ہیں مثلاً یہ کہ ان خوارق کا صدور نبی کی
قدرت سے ہوتا ہے اور نہ صرف حکم میں نبی کی طاقت
کرتے ہیں اور حکما کے نزدیک نبی اکوان میں تصرف
کرتے ہیں جب کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں اور ان
کا ارادہ فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تصرف
کرنے کا اختیار عطا کیا ہے اور خارق عادت جبر ان
کے نزدیک نبی سے واقع ہوتی ہے عام اس سے
کہ اس میں تحمی ہو یا نہ ہو اور وہ ان کے صدق کی
اس لیے دلیل ہوتی ہے کہ نبی اپنے نفس کے خواص
کی تاثیر سے اکوان میں تصرف کرتے ہیں اس میں
یہ نہیں ہوتا کہ اس خارق عادت کو (اللہ تعالیٰ کے)
قول صریح کے قائم مقام قرار دیا جائے یہی وجہ ہے کہ خارق عادت کی
دلائل نبی کی نبوت پر حکما کے قول قطعی نہیں بخلاف متکلمین کے
کہ ان کے نزدیک یہ دلائل قطعی ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ خارق عادت امور کو نبی کا فعل کس گروہ نے کہا ہے اور یہ کہ

نبی کے لیے اکوان میں بے عطاء خداوندی (بما جعل اللہ لہ من ذلک) تصرف کس نے
ثابت کیا ہے؟ خیر سے یہ وہی حکما کا گروہ ہے جو ایجاب ذاتی کا قائل ہے اور تمام حوادث
کو بواسطہ عقول بالآخر واجب الوجود کی طرف منسوب کرتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ فاعل بالذات ہے فاعل بالاختیار نہیں ہے اور قرآن کریم اور صحیح احادیث
اور اجماع امت اور جملہ متکلمین اللہ تعالیٰ کو فاعل بالاختیار تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ
فَعَالٌ لِّمَا یَریبُ ہے اور اسی علت و معلول کے گورکھ و حستے میں مبتلا ہو کر
انہوں نے عالم کو قدیم تسلیم کیا ہے اور اس قدم کے جعلی پیر بیٹوں پر بنیاد رکھتے ہوئے
حشر ارجسا اور خرق و التیام اور دیگر کئی ایک اسلام کے اہم اور بنیادی باتوں کا انکار
کیا ہے کتب کلامیہ حکما اور ان ہی جیسے باطل پرستوں کے غلط نظریات کی زبردست
بھری بڑھی ہیں یہ مقام ان ابحاث کی تصحیح کا نہیں ہے اور نہ علوم الناس کا ان کو
سمجھنا آسان ہے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ وحی الہی کو دامن سے چھوڑ کر اور صحیح احادیث
اور متکلمین کا ساتھ چھوڑ کر مولف نور ہدایت کس گروہ میں جا ملے اور کس کی معیت
اُس کو نصیب ہوئی ہے۔

یہ مدعی اسلام تو ہیں دشمن ہیں مگر بیگانوں کے
اخلاص کی وہ جو بھی اُن میں نہیں وہ دگنہیں ایمانوں کے

بہت ممکن ہے کہ کسی کوتاہ فہم کو یہ شبہ لاحق ہو کہ کہیں یہ حکمائے اسلام ہی
نہ ہوں جنہوں نے خارق عادت امر کو نبی کا فعل کہا ہے۔ لہذا یہ بھی آخر اہل اسلام
ہی کا قول ہوگا اور اس کے قائل پر بھی کوئی ملامت نہیں ہونی چاہیے اور دلیل یہ پیش
کرے کہ اس میں نبوت کے اقرار کا ذکر ہے اور نبوت کو تسلیم کرنا حکما اسلام ہی کا کام
ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام پر چون حکما کا ذکر کیا گیا ہے وہ وہ حکما
ہیں جو متکلمین کے بالمقابل ہیں جیسا کہ عبارت میں اس کی تصریح گزر چکی ہے اور متکلمین
کے مد مقابل جو حکما ہوں گے وہ ہرگز حکما اسلام نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں حکما اسلام

میں اللہ تعالیٰ کو فاعل بالذات کہنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ وہ تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کو فاعل بالاختیار تسلیم کرتے ہیں۔ نہ کہ موجب بالذات، لہذا یہ حکمائے اسلام کیسے اور کیوں کہہ سکتے ہیں؟ رہا نبوت کا مسئلہ تو جس معنی میں نبوت اور رسالت کو علماء متکلمین اور اہل اسلام تسلیم کرتے ہیں فلاسفہ مرادہ اور حکماء سفہاء اس معنی میں نبوت کے قائل نہیں ہیں ہاں محققین نبوت اور اصل نبوت کو جس کے لیے ان کے نزدیک چند خواص ہیں وہ بھی تسلیم کرتے ہیں ملاحظہ ہو قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی المتوفی ۶۸۵ھ کی مطالع الانظار شرح طواع الانوار صفحہ ۴۰۶ طبع استنبول اور موافقت و شرح موافقت طبع نول کشور صفحہ ۶۶۳ و تنافت الفلاسفہ للفرغانی صفحہ ۶۱ طبع مصر۔ اور تنافت الفلاسفہ لنوحہ زادۃ اوجد علماء الروم فی عصرہ المتوفی ۸۹۳ھ برعاشیہ تنافت الفلاسفہ لابن رشدہ صفحہ ۶۵۔ ان سب کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ فلاسفہ نبوت کے قائل ہیں) یہ الگ بات ہے کہ اس طریق پر وہ قائل ہیں جو ان کے مذہب میں نبوت ہے۔ ع

دیکھ لیا ہے نام اس کا آسمان تحریر میں

ایسے ایسا سمجھتے جیسا کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے بادشاہ سلامت کو دیکھا ہے اس کی چار ٹانگیں دو بڑے بڑے دانت اور چوڑی چمکی پیٹھ اور بڑے بڑے کان ہیں ہر سجدہ آدمی اس سے سی اندازہ لگائے گا کہ اس شخص نے باطنی یا ایسی ہی کوئی اور بلا کیجی ہے۔ دعویٰ تو گو اس کا بادشاہ کو دیکھنے کا ہے مگر علامت ایک بھی اس کی نہیں ہے یہی حال ہے فلاسفہ وغیرہ باطل فرقوں کا جو توحید و نبوت اور معاد وغیرہ عقائد کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب ان کی علامات اور نشانیاں اور تعریف و حدود اربعہ وغیرہ بیان کرتے ہیں تو اس سے سی اندازہ لگتا ہے کہ وہ اس مفہوم کے جو ان اشیاء کا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے نزدیک ہے ہرگز قائل نہیں ہیں اور گویا وہ بعثت انبیاء کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی بعثت کے منکر ہیں اور یہی دتیرہ اہل بدعت حضرات کا ہے کہ جنت کا

دعویٰ تو ہے مگر آپ کے ارشادات اور سنت کی پیروی نہیں پھر کیا فائدہ؟

تہیدستان قبوت را چہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیرال تشنہ آرد سکندر را

علامہ قاضی عضد الدین سید سزہ موافقت اور شرح موافقت میں معجزہ کی تعریف اور اس کی شرطیں اور دیگر ضروریبحاث کے بعد منکرین کے جوابات دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ۔

و معرضنا ہمنار د شبہ المنکرین ہماری غرض اس مقام پر منکرین بعثت کے للبعثۃ وہم طوائف اھ (شرح موافقت ص ۶۱) میں بیٹے ہوئے ہیں۔

پھر ان گروہوں اور طائفوں کا ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ۔

الطائفة الخامسة من قال ظہود المجزة لا يدل على الصدق في دعوى الذبوة لاحتمالات الاول كونه من فعله لا من فعل الله الخ (صفحہ ۶۶۳ طبع نول کشور) میں سچا ہے۔ کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں، اول یہ ہے کہ معجزہ تو نبی کا فعل ہے خدا کا فعل نہیں (پھر اس سے تصدیق کیسی ہوگی؟)

اس باطل شبہ کا جواب یوں انہوں نے زیب قلم فرمایا ہے کہ۔

انا بينا ان لا مؤثر في الوجود الا الله هم بيان کر چکے ہیں کہ (اشیاء کے) وجود میں فاعل معجزہ لا يكون الا فعله لا محض الله تعالى کے بغیر اور کوئی مؤثر نہیں ہے لہذا معجزہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہو گا معنی نبوت کا فعل ہرگز ہوگا (صفحہ ۶۷۵)

(لہذا معجزہ نبی کے صدق کی روشن اور واضح دلیل ہے اور اس کا انکار کرنا بالکل عقل و فہم کا انکار کرنا ہے)۔

اس بحث کو پیش نظر رکھنے سے بالکل عیاں طور پر یہ بات سامنے آجاتی ہے۔

کہ معجزہ کو نبی کا فعل کہنا ان باطل پرستوں کا سرعوم خیال ہے جو بعثت کے منکر ہیں، ان کا بھلا اہل اسلام سے کیا تعلق، اور معجزہ کو اللہ تعالیٰ کا فعل کہنے اور بتانے والے متکلمین میں جو اہل السنۃ والجماعت کی وکالت کرتے ہیں تعجب اور حیرت ہے مؤلف نور ہدایت پر کہ ان کو یہ باطل عقیدہ اور نظریہ کمال سے سوچھا، اور کیوں سوچا، اور کب سوچا۔ اور کیسے سوچا اہل اسلام میں تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے۔ رہا نبی کے ہاتھ پر صدور اور اظہار تو ایک متفق علیہ امر ہے یہ بحث محل نزاع نہیں ہے۔
مؤلف نور ہدایت کو کھلا چیلنج

ہم مؤلف نور ہدایت بلکہ ان کے جملہ اساتذہ اور پوری جماعت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کم از کم ایک ہی حوالہ کی معجزہ اور مستند عالم کا جو اہل سنت والجماعت میں سے ہو ایسا بتائیں جس میں اس کی بالکل صراحت ہو کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا ہے اور اس کے کسب اور اختیار کا اس میں دخل ہوتا ہے۔ ہم اس جواب کے اشد منتظر رہیں گے فہل من مبادر ذیہ ذی۔ دیدہ باید۔ اور یا اہل حق کا ساتھ دے کر صدائے خدا اور رضائے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنائیں۔

اس چین میں پیر و پیل ہو یا تمبلی زگل

یا سر پانالہ بن جیا لا پیر اند کر

معجزات کی مزید بحث کے لیے شرح عقیدہ السفارین کا بالذیلہ
لراغب اصفہانی شرح مقاصد شرح عقیدۃ الطحاوی
کتاب النبوات لحافظ ابن تیمیہ اور طبقات ابن سبکی
مضمون خرق عادت ملاحظہ فرمائے۔

مواقف اور شرح مواقف کی عبارت کا حل

مواقف اور شرح مواقف میں معجزہ کی دوسری شرط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ہم اس کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں (اور خط کشیدہ الفاظ میں کے ہیں) دوسری شرط یہ ہے کہ معجزہ صرف

دہی ہو گا جو خارق عادت ہو کیونکہ بغیر خرق عادت کے اعجاز محقق نہیں ہو سکتا کیونکہ اساتذہ بیان ہو گا کہ فعل معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوی تصدیق کے قائم مقام ہے اور جو چیز خارق عادت نہ ہو بلکہ معتاد ہو جیسے ہر دن سورج کا طلوع کرنا اور موسم ربیع میں پھولوں کا ظاہر ہونا تو یہ نبی کے صدق پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ان معتاد امور میں دوسرے لوگ بھی جتنے جھوٹا نبی بھی پہچنے نبی کے ساتھ دعوت کرنے میں برابر ہے وہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ میرا معجزہ ہے اور ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ معجزہ ایسے امر میں نہ ہو جو (عادة) نبی کی قدرت کے تحت ہے کیونکہ اگر اس کی قدرت کے نیچے داخل ہو مثلاً ہوا میں اٹنا اور پانی پر چلنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم مقام تصدیق کے نہ ہو گا مگر یہ شرط کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ نبی کا قادر ہونا دراصل ایک دوسرے لوگ اس پر عادت قادر نہیں ہو سکتے یہ بھی معجزہ ہے علامہ آمدی کہتے ہیں کہ کیا اس کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ معجزہ نبی کے مقدرات میں بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ معجزہ مثالی مذکور میں ہوا میں محدود کرنے کی حرکت اور پانی پر چلنے کی قدرت نہیں ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی وجہ سے نبی کی قدرت میں داخل ہے بلکہ درحقیقت معجزہ اس مقام پر اس حرکت پر نفس قدرت کا نام ہے اور وہ قدرت نبی کی طاقت سے باہر ہے اور دوسرا ائمہ یہ فیصلے ہیں کہ محض یہ حرکت ہی معجزہ ہے بدیں وجہ کہ یہ خارق للعادة ہے اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور اگرچہ مقدر نبی بھی ہے اور یہی صحیح تر قول ہے۔ انتہی در شرح مواقف طبع نول کشور ص ۶۶۶۔

اس عبارت کا یہ مطلب ہو گا کہ نہیں ہے کہ معجزہ نبی کا فعل اور اس کے کسب اختیار کا کوئی کرشمہ ہوتا ہے جیسا کہ مؤلف نور ہدایت نے اپنی جماعت سے یہ سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب لینا خود ان ائمہ اور دیگر ائمہ اہل السنۃ والجماعت کی تصریحات کے صریح خلاف ہے، اس عبارت میں تو منطقی طور پر بات ہی اور کہی گئی ہے جس کو مؤلف نور ہدایت بالکل نہیں سمجھا اور بلاوجہ لڑی نعرہ زنی کی بے جا سعی کی ہے

کہ اللہ اکبر ائمہ اہل سنت کی اتنی صفات اور شرافت عبارت موجود ہوتے ہوئے معجزہ کے مقدور و اختیاری ہونے سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ علامہ جرجانی کی منقولہ عبارت نے تو جھجکا ہی ختم کر دیا اور جو ہماری کوتاہ بینی کی وجہ سے اسلاف کی عبارات میں اختلاف و تضاد کا شبہ ہو سکتا تھا اسے رفع کر دیا: اھ بلفظ صفحہ ۲۴

اور پھر لکھتے ہیں کہ: بلا اسباب ظاہری بطور خرق عادت الیٰ ان قال اس قسم کے افعال کو انبیاء علیہم السلام کا اختیاری فعل مانتے ہیں الخ ص ۲۴ اور پھر لکھتے ہیں کہ عبارت مذکور سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خوارق عادت مافوق الاسباب افعال کے اظہار پر قادر ہیں الحمد للہ علیٰ ذلک (بلفظ صفحہ ۳۵) مگر مولف نور ہدایت کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ جھجکا بالکل ختم نہیں ہوا اور اسلاف کی عبارات میں بقول مولف مذکور جو اختلاف و تضاد کا شبہ تھا وہ تاہنوز باقی ہے اور وہ اس طریقہ سے حل اور رفع نہیں ہوا جس طرح مولف مذکور نے کیا، یا سمجھا ہے۔ ہاں البتہ مولف مذکور کی کوتاہ فہمی اور کوتاہ بینی پسندور باقی ہے کیونکہ شرک و بدعت میں مبتلا ہو کر آخر یہی مایہ ماتھا آتا ہے اور وہ بھلا جائے تو کس؟ اور پچھا چھوڑے تو کس طرح، وہ تو پکار پکار کر اپنی نارہنیں سیلے سے کہتا ہے ۷

میں وہ مجنون ہوں نہ چھوڑوں گا دریا کو
قیس کی طرح نہ جاؤں گا بیابان کی طرف

ائمہ دین اس عبارت میں جو چیز بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ معجزہ ایسی چیز میں ہو جس پر نبی اللہ کو قدرت نہیں ہوتی کیوں کہ اگر ان کے مقدور میں معجزہ ظاہر ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عملی تصدیق نہ ہوگی جو قوی تصدیق کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال اور شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ تو خود نبی کا مقدور ہے تو پھر یہ فعل معجزہ کیسے ہوا؟ مثلاً اگر ہو ایسے اژدہا اور پانی پر چڑھنا نبی کا مقدور ہو۔ اور اس میں معجزہ پایا جائے تو یہ معجزہ نہیں ہوگا، اور نہ اس کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عملی اور فعلی تصدیق کہا جاسکتا ہے جو بالآخر وبالکمال قوی تصدیق کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ تو مقدور نبی میں صادر ہوا ہے تو بعض ائمہ نے اس شرط کو رد کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ معجزہ مثال مذکور میں ہوا پر اڑنے اور صعود کی حرکت نہیں جو مخلوق اللہ مقدور نبی ہے بلکہ معجزہ اس مثال میں نفس قدرت ہے اور وہ مقدور نبی نہیں ہے، اور معجزہ بھی صرف وہی ہوتا ہے جو مقدور نبی نہ ہو، اور دوسرا گروہ ائمہ کو ائمہ کا یہ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

ان النفس لهذه الحركة معجزة
من جهة كونها خارقة للعادة
و مخلوقة لله تعالى وان كانت مقدورة
لنبي الله تعالى وهنوا لصح
یہ نفس حرکت ہی معجزہ ہے اس لیے کہ وہ خارق
عادت فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے
اگرچہ وہ رعادتاً، نبی اللہ کی مقدور بھی ہے (مگر
معجزہ کی صورت میں نبی کے قصد و اختیار کا دخل
نہ ہوگا) اور یہی بات صحیح ہے۔ (صفحہ ۶۶۶)

اور ماتن یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی کا کسی چیز پر قادر ہونا اور دوسرے کا عادتہ قادر نہ ہونا یہی معجزہ ہے کیونکہ المعجزة کے اندر خرق عادت کی شرط ہے اور وہ اس صورت میں پوری ہو جاتی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ خرق عادت اور معجزہ کس کا فعل ہے؟ اور اس میں کس کا کسب و اختیار نافذ ہے تو اس کو وہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ معجزہ کی پہلی شرط ہی یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے اور بس۔ اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ معجزہ نبی کا مقدور ہوتا ہے اور انکے کسب و اختیار کا اس میں دخل ہوتا ہے ایک عجیب اور انوکھی جہالت ہے اور علماء کرام کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے جہل مرکب کا شکار ہونا ہے معجزہ کا مقدور نبی ہونا اور چیز ہے اور مقدور نبی میں معجزہ کا تحقق اور چیز ہے و بینہما بدون یہی وہ تحقیق اینق ہے جس کے بل بوتے پر مولف نور ہدایت گویا یوں کہتے ہیں کہ ۷

پکڑ کر لایا ہوں میں شیر تحقیق تم اپنے فیصل معنی کو نکالو

اور اگر بالفرض مؤلف نور ہدایت کے نزدیک اس عبارت کا وہ مطلب نہیں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے (اور حقیقت اس کا مطلب ہی صرف یہ ہے) تو وہی اس کا کوئی ایسا مطلب یا تاویل بیان کریں جو عبارتاً قوم سے عموماً اور موافق اور شرح موافق کی واضح اور صریح عبارت سے خصوصاً نہ ٹکرائے کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی۔ ع

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں

یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ اکابر اشاعرہ کے نزدیک معجزہ وہ فعل ہے جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کی نبوت اور رسالت کی تصدیق ہو، خرق عادت کی قید کو بھی بعض نے معجزہ کی تعریف سے خارج کر دیا ہے۔ چنانچہ شرح موافق ہی میں لکھا ہے کہ۔

والمعجزة عندنا ما يقصد به اداء معجزه کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس تصدیق مدعی الرسالة و ان لم یکنی میں معنی نبوت کی تصدیق مقصود ہو تو وہ خرق خارجاً للعادة (شرح موافق صفحہ ۶۳، ۶۴) عادت نہ ہو۔

اور چونکہ نبوت من جانب اللہ عطا ہوتی ہے اس لیے تصدیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگی، اور اس میں نبی کا کچھ دخل نہیں ہوگا اور یہ عبارت معجزہ کے غیر اختیاری ہونے کی ایک اور دلیل ہے اگر ظاہری عبارت کو دیکھا جائے تو اس سے مؤلف نور ہدایت کے لیے ایک اور الجھن پیدا ہوگی کیونکہ وہ تو یہ کہہ کر بلا اسباب ظاہری بطور خرق عادت (نور ہدایت ص ۱۲) اور یہ کہہ کر کہ جو اسباب عادیہ کے تحت ظاہر ہوں وہ خرق عادت نہیں (نور ہدایت ص ۱۲) جس طرح اپنا غلط اور باطل مدعا ثابت کرنے کے درپے ہیں یہ عبارت تو ان کے اسر غلط جاتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ جو اسباب عادیہ کے تحت ہوں مگر ان سے مدعی نبوت کی تصدیق مقصود ہو تو وہ بھی اشیاء کے نزدیک معجزہ ہیں یہ بحث عنقریب اپنے مقام پر آ رہی ہے کہ معجزات اور کرامات بعض محققین کے نزدیک فی الجملہ امور اسبابیہ ہیں مطلقاً فوق الاسباب اور نہیں ہیں الغرض مؤلف نور ہدایت نے جب پہلا ہی قدم غلط رکھا تو اس پر ان کو قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا پڑیں اور پیچ و پیچ غلطیوں کا شکار ہونا پڑا جن پر گویا زبان حال ہاتھ ان کو یہ صدا

مے رہا ہے کہ۔

ٹھوکریں مت کھاپئے چلتے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

صریح بہتان

الامام الجبیر المجاہد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۶ھ پر مؤلف نور ہدایت نے صریح بہتان باندھا ہے۔ مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ "خود حزب مخالف کے قاسم العلوم والحدیث محمد قاسم نانوتوی تحریر کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گاہ و بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ۱۲ تحذیر ان اس ص ۱ مطبوعہ سرکار پریس۔ سجد اللہ تعالیٰ امہ اہل السنۃ (صرف مؤلف نور ہدایت کے ذہن نار سامبارک میں۔ ص ۱۲) اور خود حزب مخالف کے اکابرین کی زبانی ثابت ہو گیا کہ معجزات اور کرامات انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کو ام رحمۃ اللہ علیہم کے قصد و اختیار سے بھی صادر ہوتے ہیں۔ یہی ہمارا دعوے اور مقصد اس بحث کا تھا جسے دلائل واضحہ سے مبرہن کیا گیا۔ بلفظہ (نور ہدایت ص ۱۲) مؤلف نور ہدایت نے نہ تو پوری عبارت ہی نقل کی ہے اور نہ حضرت مولانا کے مطلب کو سمجھے ہیں۔ اور یہ صرف مولانا ہی کی عبارت سے ان کا وتیرہ نہیں ہے وہ تو خیر سے کسی عبارت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس کی اہمیت بھی نہ رکھتے ہوں اور دونا اور مصیبت بھی تو صرف اس امر کی ہے کہ اہل علم کی علمی اور دقیق عباراتیں جہلا کے ہاتھ چڑھ گئی ہیں۔ ع
زاغل کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

حضرت مولانا کی پوری عبارت اس طرح ہے۔ اور یہ ہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گاہ و بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن بلا جو تبسینا لکل شیء ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں بیکتا ہیں کیوں کہ ہر شخص

کا اعجاز اُسی فن میں تصور ہے جس فن میں اور اُس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں بکثرت ہوا
(بلفظہ تسمیہ الناس ص ۱) حضرت مولانا اس مقام پر معجزہ خاص کا تذکرہ فرماتے ہیں۔
جیسے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یدریضا اور عصا وغیرہ) نہ کہ عام حجرات کا جو گاہ و بیگاہ
اور وقتاً فوقتاً انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں۔ اور اس کی بھی
تصریح کرتے ہیں کہ معجزہ مثل یہ وہ تفریق کے بنی کو بطور مسند نبوت ملتا ہے۔ اور ظاہر ہے
کہ سند وہی معتبر اور مستند ہوا کرتی ہے جو عقل کی طرف سے طاقتی ہے جس کو خود انسان اپنے
ہاتھ اور فعل و کتب سے تیار کرتا ہے وہ معتبر نہیں ہوا کرتی، اور اس عبارت میں حضرت مولانا
مرحوم معجزہ کے بغیر کسی اور بغیر اختیاری ہونے کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں اور پھر اس کی تصریح
کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا خاص معجزہ قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آپ کو عنایت ہوا اور ہر وقت یہ آپ کے پاس رہا، ایسا نہیں کہ مثل عنایات خاصہ کے
گاہ و بیگاہ آپ کے ہاتھ مبارک سے صادر ہوتا رہا (جیسے شوق قمر، نبع الماء من الاصابع،
و کثرة الماء والطعام، وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ معجزات تو آپ کے ہاتھ مبارک پر گاہ و بیگاہ
اور وقتاً فوقتاً صادر ہوتے رہے ہیں نہ یہ کہ قرآن کریم کی طرح ہمیشہ آپ کے پاس رہے ہیں)۔

لفظ قبضہ سے اگر مؤلف نور ہدایت نے اس کا آپ کے کسب و اختیار سے صدور سمجھا ہے تو یہ ان کی عجیب جہالت بلکہ حماقت ہے کیونکہ حضرت مولانا نے اس معجزہ خاص کی مثال آگے قرآن کریم سے بیان کی ہے اور مولانا تو بھلا کب اس کے قائل ہوتے کوئی مسلمان بھی تو اس کا قائل نہیں ہے کہ قرآن کریم کے معجزہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب و اختیار و قصد کا کوئی دخل مختار علامہ تورپشتی راقم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم معجزہ ہے اور اگر تو ان پیغمبر ہوئے ہم جنہیں معجزہ ہوئے۔

ضرورت تو نہیں کہ ہم قرآن کو ہم کے منزل میں اللہ ہونے پر دلائل قائم کریں اور یوں آفتاب کو چراغ دکھائیں مگر محض کہ تاہم لوگوں کی تسلی کے لیے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ۔

حضرت مولانا ناتوی خود تحریر فرماتے ہیں کہ: "الغرض معجزات علمی میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اور سب کے زیادہ ہیں کیونکہ کلام ربّانی اور کسی کے لیے نازل نہیں ہوا چنانچہ خود اہل کتاب اس بات کے معترف ہیں کہ الفاظ توریت و انجیل منزل من اللہ نہیں و اہل سے فقط الہام معانی ہوا اور یہاں اکثر انبیاء یا حواریوں نے ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا، اور اپنا یہ اعتقاد ہے کہ الفاظ کتب سابقہ بھی اُسی طرف سے ہیں، پر وہ مرتبہ مضاحت و بلاغت جو مناسب شان خداوندی ہے اور کتابوں میں اس لیے نہیں کہ ان کا مہبط خود صفت کلام خداوندی نہیں^۱ (حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی) اس عبارت میں حضرت مولانا نے قرآن کریم کے الفاظ و معانی کو منزل من اللہ کہا ہے۔ اندر میں حالات یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرت مولانا قرآن کریم جیسے معجزہ خاص کو اپنے ان الفاظ میں کہ^۲ اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے۔ مثل عنایات خاصہ گاہ و بیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کسی و انتہائی فعل تسلیم کرتے ہیں ہر گھر کیا کیا جائے اہل بدعت حضرات کا باؤ آدم ہی نہ لالہ ہے وہ شتر بے ہمار کی طرح جو چاہیں کہتے پھریں۔ اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام قرار دیں تو ان کو کون پوچھتا ہے ۔

خبردار کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خبردار

جو چاہے آپ کا حسن کو شہمہ ساز رکھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔

اگرچہ جناب امام الانبیار خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشتر معنوی اور حسی معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحمت ہوئے ہیں مگر یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم و عظیم الشان اور حلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی و معنوی ہر جنبیت سے عجیبی بادل تو لہاؤ دیتی ہیں نہ ان میں تنافض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے نہ باعتبار معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پر نہ کہ پوری ہوسکتی ہے جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے۔ محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے الفاظ کی قیام معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے

نہ تنگ، جن عقائد و اعمال، اصول و فروع، اخلاق و مواظبات اور قیمتی و گرامیہ پند و نصیحت پر قرآن کریم کی آیات مثیل ہیں اور جو دلائل و براہین اثبات دعاوی کے لیے استعمال اور پیش کیے گئے ہیں وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تنکے ہوئے ہیں۔ قرآن حقائق اور دلائل ایسے محکم مضبوط اور اٹل ہیں کہ زمانہ کہتی ہی پٹیاں کھلے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ عالم کے مزاج کی پوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے اہم تغیرات و حوادث کو من کل الوجوه جانچ تول کر ایسی محتدل اور ابدی غذائے روح ماندہ و قرآنی کے ذریعہ سے پیش کیا گیا ہے جو تنادل کرنے والوں کے لیے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب و ملائم ہو۔ الغرض قرآن کریم سب اعلیٰ و اکمل کتاب ہے۔ اس میں کوئی ٹیڑھی نہ چھپی بات نہیں۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح اسلوب بیان نہایت مؤثر و متکلفہ تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور مختل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں اونٹے شائبہ بھی موجود نہیں ہے اور اگر یہ خوبیاں خدا تعالیٰ کے کلام میں نہ ہوں تو اور کس کے کلام میں ان کی توقع کی جاسکتی ہے؟ مگر کاش کہ اس سے کوئی استفادہ کرنے والا بھی تو ہو۔

یہ بزم ہے یاں کو تاہ دیتی ہیں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھلے ہاتھ میں بنا اُسی کانہے

قرآن کریم کا معجزہ ہونا ایک بین اور واضح حقیقت ہے اور تمام اہل اسلام اس کو معجزہ تسلیم کرتے ہیں حضرت ابوبکرؓ (المستوفی، ۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

قال ما من الا نبياء من نبي الا اعطى
من الديات ما مشله امن عليه البشر
وانما كان الذي اوتيت وحيا وحى
الله الى فارجوا ان اكون اكثرهم تابعا

انبیاء کرام میں سے کوئی نبی ایسے نہیں گذرے جن کو ایسے معجزات نہ عطا کئے گئے ہوں جن پر لوگ ایمان لاتے ہیں مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ عطا کیا ہے وہ وحی ہے سو میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت

يوم القيامة (مسلم جلد ۱ ص ۷۷) والبعوضہ کے دن میری اطاعت کرنے والے سب سے جلد امت بخاری ص ۳۳۳ واللفظ مسلم) زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ وحی الہی اور قرآن کریم ہے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ جو لاکھوں اور کروڑوں سالوں اور جنوں کی ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بن گیا اور تا قیامت بننا ہے گا (۱) حضرت امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف۔ النودی المتوفی ۶۷۶ھ اس کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں ایک یہ کہ ہر ایک نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے معجزات عطا کئے گئے ہیں جو ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا کئے جاتے رہے ہیں اور وہ لوگوں کے ایمان کا ذریعہ بنتے رہے ہیں (مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ)

واما معجزتي العظيمة الظاهرة
فهي القرآن۔
بہر حال میرا سب سے بڑا اور ظاہر معجزہ قرآن کریم ہے۔

ایسا معجزہ مجھ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا لہذا میری اطاعت کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے (۲) دوسرا مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز قرآن کریم کی صورت میں مجھے عطا کی گئی ہے اس میں جادو وغیرہ کا وہم اور شبہ صورت بھی پیدا نہیں ہو سکتا بخلاف ان معجزات کے جو دوسرے انبیاء کرام کو ملے کیوں کہ ان میں بعض اوقات صورت جادو کا شبہ ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو و جادوؤں نے عصائے موسیٰ کی شکل میں ہی اپنے ناپائیدار جادو کا اثر ظاہر کیا تھا اور ایسا خیال کبھی بعض لوگوں کی غلط فہمی کا ذریعہ بن سکتا ہے اور معجزہ اور جادو و جادوؤں میں فرق و تغیر کرنے میں کبھی دیکھنے والا غلطی کھا جاتا ہے اور ان سب کو ایک ہی سمجھ لینا ہے (اور قرآن کریم میں اس کا امکان نہیں ہے) اور (۳) تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ان کے زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ

بھی ختم ہو گئے (کیونکہ وہ اکثر حسی معجزات تھے) اور بعد کے آسنے والوں نے ان کا مشاہدہ نہیں کیا۔ ان کے مشاہدہ سے تو صرف وہی لوگ مستفید ہوتے رہے جو اس زمانہ میں موجود تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک رہے گا، اور اس کے طرز بیان و اسلوب اور بلاغت و اخبار بالمغیبات میں ایسا خرق عادت کا نادر نمونہ موجود ہے جس کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل لانے سے بھی تمام انسان و جن اجتماعی و انفرادی صورت میں تمام زمانوں میں باوجود اس کے مقابلہ و معارضہ پر حلیص ہونے کے عاجز رہے ہیں حالانکہ وہ لوگ اپنی فصاحت و بلاغت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور اس کے علاوہ قرآن کریم میں جو وجوہ اعجاز موجود ہیں وہ ان کے سوا ہیں جو معروف و مشہور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۶)

۲۔ ام ابی بکر باقلانی فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کا ذریعہ معجزہ قرآن کریم ہے اور فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس کا پوری طرح سے اہتمام تمام کرنا واجب ہے قرآن کریم کے اعجاز کی معرفت ہے وہ بھی محض اس لیے کہ۔

ان نبوة نبينا عليه السلام بنيت
على هذه المعجزة والكان قد ايد
بعد ذلك بمعجزات كثيرة اه
اعجاز القرآن برحمة اتقان (جلد ۱ ص ۸)
گئے ہیں (مگر یہ معجزہ سب سے بڑا ہے)

۳۔ ام ابی ہام الحنفی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے ہیں وہ (اصولی طور پر) تین قسموں میں منقسم ہیں۔

اعظمها القرآن اه المساية
المسامة جلد (۲) ص ۹

۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ۔

ولخلاف بين العقلاء ان كتاب
الله تعالى معجز لم يقدر احد على
نسخه من غير ان يفسد ما فيه من كونه اس کے معارضہ

معارضته بعد تحديدهم بذلك
رفع الباري جلد ۱
پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہوئی حالانکہ اس کے معارضہ کا کھلا چیلنج بھی کیا گیا ہے۔

۵۔ ام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ۔

لما ثبت كون القرآن معجزة نبينا
صلى الله عليه وسلم وجب الاهتمام
بمعرفة وجه الإعجاز اه (اتقان ص ۱۸)
جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تو اس کے وجوہ اعجاز کی معرفت کا اہتمام کرنا واجب قرار پایا۔

۶۔ ام تورپشتی لکھتے ہیں کہ۔

قرآن معجز است ومعجزان باشد که جز خدائے
تعالی دیگرے بران قادر نباشد و اگر قول جبریل
بوفے معجز بنویسے و اگر قول یغمبر لوفے ہم نہیں
معجز بنویسے۔
قرآن کریم معجزہ ہے اور معجزہ وہ ہوتا ہے کہ معجز
اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اس پر قادر نہ ہو اور اگر قرآن
قول جبریل ہوتا تب بھی معجزہ نہ ہوتا اور اگر قول
یغمبر ہوتا تب بھی معجزہ نہ ہوتا۔

(المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل ششم)

۷۔ اور علامہ مولانا فتح محمد صاحب بریل پوری المتوفی ۱۳۱۳ھ لکھتے ہیں کہ "وافضل
معجزات اوصلى الله عليه وسلم قرآن معجز است" (فتوح العقائد ص ۲۵)

۸۔ حکیم الامت مجدد وقت حضرت احمد بن عبد الرحیم۔ الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی
المتوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں کہ۔

جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ جادو کے فن میں مصروف
اور اس پر فریفتہ تھے سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عصا اور یربیکا کا معجزہ نازل
کیا تاکہ لوگ جس فن میں ماہر تھے اور ان کی نگاہیں جس فن کی طرف اٹھ سکتی تھیں اس میں ان
کو عاجز کر دیا جائے تاکہ حجت بالکل ظاہر ہو جائے اور ان کے جادو کے کوششہ کو بیخ و بن سے
اکھاڑ کر کے جس پر ان کا اعتبار و اعتماد تھا اس کا قطع قمع کیا جائے اور جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اشعار اور خطابت کے فن میں بیکت اور مشغول تھے اور فصاحت میں ان

کام تیرا و نشان بڑی اونچی تھی۔

فانزل الله معجزه القرآن فاعجزهم
وأتحدى منهم فكان اظهر لحجته
حيث اعجزهم فيما كانوا ماهرين فيه
(تفهيمات الہیہ جلد ۱ ص ۸۲)

کو اس چیز میں اُس نے عاجز کر دیا جس میں وہ بڑے
ماہر تھے۔

۹۔ علامہ محمد الدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے سلسلہ میں دلائل
قائم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجملہ ان کے۔

معجزه القرآن وغیرہ اور
(مواقف مع الشرح ص ۶۷)

۱۰۔ علامہ عبدالرحمن بن خلدون ارقام فرماتے ہیں کہ۔

فاعلم ان اعظم المعجزات واشرفها
واوضحها دلائل القرآن الكريم
المنزل على نبينا محمد صلى الله
عليه وسلم اه (مقدمہ ص ۹۵)

ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار
معجزات من جانب اللہ عطا ہوئے تھے مگر قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی اور اہم معجزہ جو حجت
تک پہنچنے والا ہے آپ کو اور کوئی نہیں عطا کیا گیا۔ اگر یہ باطل اور مردود و نظریہ تسلیم کر لیا جائے
کہ معجزہ نبی کا مقدور اور اس کا اپنا فعل ہوتا ہے اور اس میں اس کے کسب و اختیار کا دخل
ہوتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے کہ لغو بال اللہ قرآن کریم کا معجزہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مقدور فعل ہے اور آپ نے خود بنایا ہے اور اگرچہ اس کے بنانے پر خلق
کے طور پر قدرت خدا نے دی ہے مگر فعل وہ آپ ہی کا ہے اور آپ ہی کا مقدور ہے

اور یہ خیال تھا مشرکین کہ کہ قرآن کریم کو یہ نبی خود بنانا کرانا اور یہ شس کرنا ہے اور یہ خیال
باطل قرآن کے بارے میں یہود اور نصاریٰ کا اور زمانہ حال کے محدین میں سے نیاز فیتوری وغیرہ
کا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے ہیں منجانب اللہ
نازل نہیں ہوئے اور معجزہ کو نبی کا مقدور اور اس کا فعل کہہ کر یہی باطل نظریہ نور ہدایت والے
کا ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ کتاب کسی عیسائی اور آریہ کے ہاتھ میں آگئی تو ان کی چار آنکھیں ہو
جائیں گی۔ اور وہ زمین کو سر پر اٹھالیں گے کہ مسلمانوں میں بھی ماشار اللہ ایسے افراد اور شیر
موجود ہیں جن کے نظریات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم خود جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا اپنا کلام تھا اور ان کا اپنا مقدور ہے، انوس ہے کہ ایسے گندے اور ناپاک نظریہ
نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کا پہلا ہی قدم غلط
اٹھتا ہے تو پھر اسے راہ راست کو چھوڑ کر گمراہی کے جنگلات طے کرنے پڑتے ہیں۔

خشب اول چوں نمد معمار کج تا ثریا سے رود دیوار کج

کرامت کس کا فعل ہے؟

معجزات کی اس طویل اور بھروسہ و مدلل بحث کے بعد اس کی ضرورت تو نہیں کہ
ہم کرامت کے عنوان پر مزید کچھ عرض کریں کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ نبی کا معجزہ
ان کا اپنا فعل نہیں ہوتا اور نہ اس میں ان کے کسب و اختیار کا کچھ دخل ہی ہوتا ہے۔

بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے تو اس سے

بحوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کرامت ولی کا فعل کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے؟ مگر ہم

محض تکمیل بحث کے لیے کرامت کے بارے میں بھی چند نقول عرض کرتے ہیں۔

۱۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۶۱ھ سالک کے

مقام کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب تو اپنی خودی کو مٹا کر فانی ہو جائے تو اس وقت

فیض یضاف الیک التکوین و تیری طرف تخوین اور خوارق عادت کی نسبت کی

خارق العادات فیہی ذلک منك جائے گی اور یہ چیز عقل کے ظاہر فیصلہ کے مطابق

فی ظاہر العقل والحکم وهو فعل
اللہ واداءته حقائق العلم

(فتوح الغیب ص ۷۱)

۲۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں۔

پس چون فانی شہی از خودی و مماند جز
فعل و اداوت در تو نسبت کردہ مے شود
بسوئے تو پیدا کردن کائنات و پارہ کردن
عادات یعنی متصرف مے گرداند تو در عالم
بخوارق و کرامات پس دیدہ مے شود آن فعل
و تصرف از تو در ظاہر عقل و حکم مے و لیکن
در باطن و نفس الامر فعل پروردگار است تعالیٰ
چہ عجزہ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر مے
گرد و بر درست بندہ بجهت تصدیق و تکریم
مے نہ فعل بندہ است کہ صادر میگرد و بقصد
و اختیار و مثل سایر افعال چنانکہ فرمودہ اند
حال آنکہ آن خرق عادت فعل و تصرف خدا
است الخ
(ترجمہ فتوح الغیب ص ۷۲)

(مقالہ نمبر ۱)

اور دوسرے مقام پر حضرت شیخ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ثم قد یرد الیہ التکوین فیکون
جميع ما یحتاج الیہ باذن اللہ۔
پھر کبھی اس ولی کی طرف تکوین نسبت کر دی جاتی
ہے سو باذن اللہ جس چیز کی حاجت محسوس ہوتی ہے

(فتوح الغیب ص ۷۱ مقالہ نمبر ۱)

وہ پوری ہو جاتی ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب التکوین کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

سپردہ مے شود بوسے پیدا کردن اشیا و
تصرف در اکوان کہ عبارت از خرق عادت
و کرامت است۔
کہ اس کی طرف اشیا کا پیدا کرنا اور اکوان کے
اندر تصرف کرنا سپردہ کر دیا جاتا ہے یعنی خرق عادت
اور کرامت اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

یعنی آن در حقیقت فعل حق است کہ بر
دست ولی ظہور یافتہ چنانچہ عجزہ بر دست
بنی صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ فتوح الغیب ص ۷۲)

ان عبارات سے ایک تو یہ امر واضح ہو گیا کہ کرامت ولی کا فعل نہیں ہونا بلکہ وہ
اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور دوسری بات یہ بھی روشن
ہو گئی کہ صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی عبارت میں جہاں تکوین اور تصرف وغیرہ کے الفاظ
آتے ہیں تو ان سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ خداوند کریم کی طرح وہ تکوین و تصرف کرتے اور کر سکتے
ہیں، احاطہ و کلا بلکہ مراد اس سے صرف خرق عادت اور کرامت ہوتی ہے اور یہیں سے اہل
بدعت کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ وہ اولیاء کرام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیتے ہیں کہ ان کو
بھی اس عالم میں تصرف حاصل ہوتا ہے اور تکوین ان کے سپرد ہوتی ہے حالانکہ بات بالکل
واضح ہے کہ تکوین اور تصرف سے مراد صرف یہ ہے کہ خوارق عادت امور اور کرامات کا
ان اکابر کے ہاتھوں پر صدور ہوتا ہے اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے
ہاتھ پر صادر ہوتا ہے ولی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہونا، اور نہ وہ کائنات کے اندر دخل اور
متصرف ہوتا ہے اور یہ اتنی آشکارا بات ہے جس میں کس سے کوئی الجھن ہی نہیں بشرطیکہ
چشم بصیرت سے کوئی دیکھے ورنہ۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو چہرہ دل بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

حضرت شیخ عبدالقادر صاحب یا شیخ عبدالحق صاحب وغیرہ کی عبارات سے اولیاء کرام کے متصرف ثابت کرنے والوں کو یہ عباراتیں ہمیش نظر رکھنی چاہئیں۔

۳۔ علامہ ابن خلدون علم تصوف کی بحث کرتے ہوئے اکابر صوفیائے کرام کی کرامات کو حق اور صحیح کہتے ہوئے یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ وہ

المصرفات فی العوالم والاکوان بالانواع جانوں اور اکوان میں مختلف قسم کی کرامات سے الکرامات الہی (مقدمہ ص ۴۷)

تصرفات کرتے ہیں (جو صحیح ہیں)۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وقد یوجد لبعض المتصوفة واصحاب

کبھی بعض صوفیائے کرام اور اصحاب

الکرامات تاثیرات فی احوال العالم

احوال عالم میں تاثیر دیکھنے میں آتی ہے اندر جادو

ولیس معدوداً من جنس السحر وانما

کی قسم سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ان اولیاء اللہ پر محض اللہ

تعالیٰ کا احسان ہوتا ہے اور اس کی مدد سے ایسا

ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان کا طریقہ اور

نسبت آثار نبوت الیکہ التوابع سے ہوتی ہے اور

المدد الالہی حفظ علی قدر حالہم و

نسبت آثار نبوت الیکہ التوابع سے ہوتی ہے اور

ایمانہم وتمسکہم بکلمۃ اللہ الخ

اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ شامل ہوتی ہے جیسا کہ ایمان

کی قوت اور حال اور کلمۃ اللہ میں انکار تبار و دھجہ ہوتا ہے

(مقدمہ ص ۵۵)

۴۔ مولانا حیدر علی صاحب ٹوٹکی المتوفی ۱۳۵۷ھ دشاگر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ۔

وما یزعم العوام ان الکرامات فعل

عوام کا لانا عام جو یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ کرامت

الاولیاء انفسہم باطل بل هو

اولیاء کرام کا اپنا فعل ہوتا ہے تو یہ سراسر باطل ہے

فعل اللہ تعالیٰ یظہر علی ید المولی

بلکہ کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جس کو

تکریم الہ و تعظیماً لثانہ و لیس للولی

وہ ولی کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے محض اس کی تکریم

ولا للنبی فی صدورہ اختیار اذ لا

اور تعظیم کے لیے اور ولی اور نبی کا اس فعل کے

اختیار لاحد فی افعال اللہ تعالیٰ صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ

تبارک و تعالیٰ کے افعال میں کس کو اختیار حاصل ہو

وتقدس۔

دجلالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ ص ۲۵)

کتاب ہے؟

۵۔ مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ۔

وکرامت عبارت است از خرق عادتے

اور کرامت وہ خارق عادت امر ہے جو ولی کے

کہ بردست ولی صادر شد بغیر دعوتے امرے

ہاتھ پر صادر ہو بغیر اس کے کہ وہ کسی چیز کا دعوتے

(مجموعہ فتاویٰ جلد ۲ ص ۱۸)

کرتے۔

۶۔ حضرت مولانا شاہ سخاوت علی صاحب جو پوری المتوفی ۱۲۷۴ھ (خلیفہ حضرت

سید احمد صاحب بریلوی) لکھتے ہیں کہ

سوال کرامت کیا ہے جواب خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہونے

جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جانے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت بل جادو

سوال کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟ جواب اختیار میں نہیں ہے جب

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کی عزت بڑھانے کو اس کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے۔

(عقائد نامہ اردو ج ۱ بجلالہ رشیدیہ جلد ۲ ص ۲۱)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ کرامت حق ہے مگر ولی

کے اختیار اور کسب کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا اور نہ کرامت ولی کا فعل ہونے بلکہ وہ

اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر اس کی تکریم کی بنا پر اللہ تعالیٰ صادر فرماتا

ہے اگر مگر مولف نور ہدایت کو ان عبارات پر یقین نہیں آتا تو ہم ان کو مجبور نہیں کرتے انکے لیے ہم

ان کے مسلم پیشوا اور مقتدا کا حوالہ عرض کر دیتے ہیں جن کی کتاب الامن والعقل سے مولف مذکور

نے رطب و یابس باتیں چن چن کر اپنے عقائد کی بنیاد رکھی ہے اور نور ہدایت میں بھی اپنے

قلب مرعین کی تسکین کا سامان مہیا کیا ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے طفوظات میں ہے کہ۔

عرض کسی کی کرامت کبھی بھی ہوتی ہے ارشاد کرامت سب کی وہی ہوتی ہے اور وہ جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشا ہے لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔ (ملفوظ مملوفاط حصہ چہارم ص ۱۳)

لیجئے اس کو پڑھیے اور سر دھنیے اب تو سکر سے جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہے اور مولف نور ہدایت نے ادھر ادھر سے اور مسند زیر بحث سے غیر متعلق اور ناقص حوالے جمع کر کے جو معجزہ اور کرامت کو کسی اور اختیاری امر کہا تھا اور اس کا عملی ثبوت دیا تھا کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا، خدا کی شان وہی ان کے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے سراسر خلاف ہو کر بھان متی کا تماشا بن کر رہ گئے ہیں، غالباً ایسے موقع پر کسی سیدہ فکر نے کہا ہے کہ سہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

قارئین کرام! اس سے بڑھ کر ہم اور کیا عرض کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم صحیح احادیث اور جمہور سلف و خلف اور حتیٰ کہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت کے قول سے بھی بیجا ثابت ہو گیا ہے کہ معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور یہی تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔

اب مولف نور ہدایت پر لازم ہے کہ وہ اس ناپاک عقیدہ سے توبہ اور رجوع کریں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ کفر بات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لیے اپنے عقیدہ اور عمل کی حالت کو درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں سہ

عہ فی شرح العقائد ص ۱۱۱ والکسب مقدور وقع فی محل قدرتمہ

کہ کسب اس مقدور کا نام ہے جو محل قدرت میں واقع ہو۔

باز آواز آہر اس چپہ کردی باز آ
گر کافر و گھبرت پرستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نا امید نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
کیا معجزات اور کرامات مطلقاً مافوق الاسباب امور ہیں؟

یہ تمام بحثیں صرف اس امر سے متعلق تھیں کہ معجزہ و کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ نبی و ولی کے کسب اختیار اور قصد کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مسئلہ اب بھی باقی ہے۔ کہ کیا معجزات و کرامات مطلقاً مافوق الاسباب امور ہوتے ہیں؟ یا ان کے لیے بھی غیر عادی غیر ظاہری اور مخفی اسباب ہوتے ہیں؟

شیخ الرئيس ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا المتوفی ۴۲۸ھ نے اشارات کے آخر میں باب باندھا ہے جس میں خرق عادت پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان سب خوارق عادات کے اسباب طبعی موجود ہوتے ہیں مگر ہم ان کی تصریحات اس لیے نقل نہیں کرتے کہ مذہبی حیثیت سے یہ تقدیر تسلیم نہیں کیے بنا اور نہ معجزات کے اسباب طبعی ہوتے ہیں اسلامی فرقوں میں بعض اشاعہ ہی مطلقاً اسباب کے معکوس ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی شے کسی کی علت و سبب نہیں اور نہ اشیا میں خواص و آثار ہے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الرد علی المنطق میں جہاں اشاعہ کے وہ مسائل گنائے ہیں جن میں وہ متفرد ہیں ان میں اس مسئلہ کو بھی شمار کیا ہے اور ان کے علاوہ باقی تمام اسلامی فرقے اس کے قائل ہیں کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ علت و معلول سبب و مسبب شرط و مشروط مؤثر و مثر کے بغیر نہیں ہوتا۔ یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ یہ اسلامی فرقے فلاسفہ اور حکماء کی طرح اللہ تعالیٰ کو علت و موجبہ اور عالم کو معلول نہیں کہتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو فاعل بالاختیار کہتے ہیں۔ ہاں اسباب و مسببات میں آپس میں ایک دوسرے کو علت و معلول اور سبب و مسبب وغیرہ مانتے ہیں۔

وینہما بولون بید۔ اور کہتے ہیں کہ اسی سلسلہ اور نظام کا نام فطرت۔ سنت اللہ اور خلق اللہ ہے۔ اور قرآن مجید کی ان آیتوں میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ ط
خدا تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی نہیں۔

لَنْ يَجِدَ لِسَنَةَ اللَّهِ حَوِيلًا ۖ
هَذَا تَعَالَىٰ كِى عَادَتِىں تَبْدِيلِى نہ پاؤ گے۔

وَلَنْ يَجِدَ لِسَنَةَ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ
اور تم خدا تعالیٰ کی عادت میں تبدیلی نہ پاؤ گے

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی واقعہ خدا تعالیٰ کی عادت جاریہ کے خلاف وقوع میں آتا ہے جس کو لوگ خرق عادت سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ واقعہ اسباب ہی کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے۔ گو وہ اسباب مخفی، غیر معمولی اور غیر طبعی ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ام غزالیؓ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عجیب و غریب واقعات صادر ہوتے رہتے ہیں جن کا ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں سو ان کے امکان کا کسی طرح انکار مناسب نہیں ہے اور نہ ان کے محال ہونے کا فیصلہ درست ہے اور اسی طرح مژدہ کا زندہ کرنا اور لاش کی کاسانپ بنا دینا اسی طریق پر ممکن ہے کہ چونکہ مادہ ہر چیز کو قبول کر لیتا ہے مثلاً مٹی اور جلد دیگر عناصر نباتات کی تشکیل میں نمودار ہوجاتے ہیں اور ان ہی سبزیوں اور ترکاریوں کو جب جاندار کھلتے ہیں تو ان میں خون پیدا ہوتا ہے اور یہ نباتات خون کی صورت اختیار کر لیتی ہیں پھر سبھی خون مٹی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ مٹی جب رحم میں پہنچتی ہے تو اس سے جاندار کی شکل تیار ہوتی ہے اور یہ تبدیلیاں عادت کا کافی زمانہ میں پایہ تکمیل تک پہنچتی ہیں۔

فَلَمْ يَحِمِْلِ الْخَصْمُ أَنْ يَكُونَ فِي
مَقْدَرَاتِ اللَّهِ أَنْ يَدْبِرَ الْمَادَّةَ فِي
هَذِهِ الْأَطْوَارِ فِي وَقْتِ اقْرَبِ مَعَاهِدِ
فِيهِ وَأَذْجَازِ فِي وَقْتِ اقْرَبِ فَلَا
ضَيْطَ لِلْأَقْلِ فَتَسْتَجِلْ هَذِهِ الْقُوَى
فِي عَمَلِهَا وَيَحْصُلُ بِهِ مَا هُوَ مُعْجَزَةٌ
لِلنَّاسِ۔

(تہافت الفلاسفة للغزالیؓ)

ص ۱۰۰ طبع مصر

کا معجزہ حاصل ہو جانے کا۔

حضرت ام غزالیؓ کی یہ عبارت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ معجزہ دراصل فی الجملہ عادت و عادت و سبب سے وابستہ ہے یہ الگ بات ہے کہ عام طور پر جتنا وقت غیر خارق عادات امور کے لیے درکار ہوتا ہے وہ وقت خرق عادت اور معجزہ کے لیے ضروری نہیں ہے اور اس اقل وقت کی کوئی حد بندی نہیں کی جاسکتی اہم موصوف کے اس ارشاد کا سائنس کے اس ترقی یافتہ زمانہ اور اٹمی دور میں کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ آئنا فائنا مصنوعی بناؤں سے مینہ برسا جاسکتا ہے اور اٹمی آلات اور سائنس کی قوت سے بہت مختصر وقت میں فصلیں پکائی جاسکتی ہیں اور مصنوعی طریقہ پر انڈوں سے بڑی سرعت کے ساتھ چوزے حاصل کئے جاسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ام غزالیؓ نے اپنی دیگر کتابوں مثلاً احیاء العلوم منقذ من الضلال، مہضون علی غیر بلاد، معارج القدس وغیرہ میں بھی معجزات اور خارق عادات پر کافی بحث کی ہے۔ صاحب ذوق کو اپنی آتش شوق بجھانے کے لیے ان کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے۔
علامہ ابن رشد الباولی محمد بن احمد الاندلسی المالکی المتوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں کہ۔

فَالَّذِي يَجِبُ أَنْ يُقَالَ فِيهَا أَنَّ مَا كُنَّا
هِيَ أَسْوَدُ الْهَيْئَةِ تَفُوقُ الْعُقُولَ الْإِنْسَانِيَّةَ
فَلَا بَدَانَ يَعْرِضُ بِهَا مَعَ جَهْلٍ
أَسْبَابُهَا وَلِذَا لَمْ يَجِدْ أَحَدًا مِنْ
الْقَدَمَاءِ تَكْلِمًا فِي الْمَعْجَزَاتِ مَعَ
اِنتِشَارِهَا وَظُهُورِهَا فِي الْعَالَمِ أَهْ

(تہافت الفلاسفة ص ۱۰۰ ابن رشد طبع مصر)

اس عبارت میں علامہ موصوف نے یہ تسلیم کیا ہے کہ معجزات کے اسباب کی نفی نہیں بلکہ عام عقول انسانی کو ان سے جہل ہے اور عدم علم۔ عدم شے کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اور اس سے قبل منطقیانہ اور فلسفیانہ انداز میں بیان کو جاری رکھتے ہوئے قدسے طیش میں آکر لکھتے ہیں کہ۔

فمن رفع الاسباب فقد رفع العقل
وصناعة المنطق تضع وضعا ان ههنا
اسبابا ومسببات وان المعرفة بتلك
المسببات لا تكون على تمام المعرفة
اسبابها اهـ (ص ۱۲۳)

جس نے اسباب کو اڑا دیا تو اس نے عقل کو زمین سے رفع کر دیا صناعت منطق کے رُوسے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ یہاں اسباب بھی ہیں اور مسببات بھی ہیں اور ان مسببات کا کھاتہ پہچانا بغیر ان کے اسباب کے ہرگز محقق نہیں ہو سکتا۔

معجزات پر مزید بحث علامہ موصوف نے اپنی کتاب کشف الاذکار اور فصل المقال میں کی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس قسم کی دقیق اور فلسفیانہ عبارتیں اور نقل کر کے قارئین کرام کے اذہان کو متوشوش کر دیں۔ اس بحث کو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک جامع و مانع عبارت پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں کہ۔

انما المعجزات والكرامات امور
اسبابية غلب عليها السجوع فباينت
سائر الاسبابيات (تفہیمات الیہ ص ۴۴)

یعنی معجزات اور کرامات امور اسبابی ہیں لیکن ان پر سوج غلبہ کمال غالب ہو گیا ہے اس لیے یہ دیگر امور سائر الاسبابیات (تفہیمات الیہ ص ۴۴) اسبابی سے ممتاز ہو گئے ہیں۔

لیجئے اب تو بحث ہی ختم ہو گئی ہے کہ معجزات و کرامات مطلقاً مافوق الاسباب امور نہیں ہیں جیسا کہ مولف نور ہدایت کا باطل اور مردود دعویٰ ہے بلکہ یہ امور اسبابی ہیں۔ اگرچہ یہ طبعی اسباب نہیں مولانا خاؤنی لکھتے ہیں ان کے سدور میں اسباب طبعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہے بلکہ وہ غیر کوڑا اور انور (ص ۴۴) دیکھا آپ نے کہ مولف نور ہدایت نے صرف معجزات ہی کے بارے میں کس طرح قدم قدم پر پٹھو کر دیں کھائی ہیں کہ پہلے معجزہ کی تعریف غلط کی۔ پھر معجزات کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اختیاری افعال قرار دیا اور اس پر تنزیہ دیدہ کہ ان کو علی الاطلاق مافوق الاسباب امور قرار دے کر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو متصرف فی الامور اور مختار کل بنانے کی ہمت سچی کی ہے۔ عا ایں گارازہ تو ایسے مولانا جیل گز

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی اس عبارت اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ تمام اشعار و معجزات کو علی الاطلاق مافوق الاسباب امور نہیں قرار دیتے جیسا کہ مولانا شبلی وغیرہ کو دہم ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب بھی اشعارہ کے مسلک کے ہمنوا ہیں (دیکھیے الحیز الکثیر ص ۱۲) مگر باوجود اس کے وہ معجزات اور کرامات کو فی الجملہ امور اسبابی قرار دیتے ہیں مطلقاً مافوق الاسباب نہیں کہتے۔ ع

خدا صفا دورع ماکدر

یہ بات اچھی طرح ملحوظ خاطر ہے کہ جب معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی اور ولی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا حتیٰ کہ اتنا دخل بھی نہیں ہوتا جن کہ افعال اختیار یہ میں ہوتا ہے تو یہ مافوق الاسباب امور ہوں یا ماتحت الاسباب اس سے فریق مخالفت اور اس کے بلے مزد وکیل مولف نور ہدایت کو کیا فائدہ ہو گا؟ کمال بخفی۔

مولف نور ہدایت نے (صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴) اشعۃ اللمعا اور نظم الدر وغیرہ کے حوالہ سے جو یہ ثابت کی ہے کہ ”ہرچہ باسباب عادیہ ظاہر گرد و خارق عادت بنود و کل ماکان ظہورہ بالاسباب العادیۃ لیس بخارق للعادة“ تو یہ ان کے مدعا کی دلیل نہیں ہے کیونکہ معجزات و کرامات میں اگرچہ اسباب عادیہ نہیں مگر مخفی اسباب تو ہیں۔ اسباب عادیہ کی نفی سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً مافوق الاسباب امور ہوں جیسا کہ مولف مذکور نے اپنی کوتاہ فہمی سے یہ سمجھ رکھا ہے اور خواہ مخواہ اس کو سارا بنایا ہے سچ ہے کہ سہ

ہمیشہ بے بسی میں کچھ سہارے یاد آتے ہیں سفینہ ہو بھونور میں تو کنائے یاد آتے ہیں اسی طرح علامہ کرمانی کی عبارت کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ جادو آلات اور اسباب ظاہری کا محتاج ہوتا ہے مگر معجزہ اسباب ظاہری اور عادی کا محتاج نہیں ہوتا نہ یہ کہ اسباب ظاہری سے موجود نہیں ہوتے جیسا کہ مولف نور ہدایت نے سمجھا ہے اور اسی طرح حضرت قطب وقت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی المتوفی ۱۳۲۲ھ کی عبارت مولف مذکور نے مطلقاً اسباب کی نفی پر جو استدلال کیا ہے وہ بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ فتاویٰ رشیدیہ سے جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے اس میں اسباب ظاہر کے الفاظ وجود میں اور کرامت میں اسباب ظاہری کے نہ ہانے جلنے

یہ تو لازم نہیں آتا کہ سر سے وہاں اسباب ہی نہ ہوں جو مقصود کو ملت ہے۔

العرض مؤلف نور ہدایت کی پیش کردہ موعود دلیلوں میں سے کوئی بھی ان کے بے بنیاد دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی اور نہ کوئی دلیل ان کا ساتھ دیتی ہے حتیٰ کہ معجزہ اور کرامت کے اختیاری ہونے میں ان کے اپنے بزرگ بھی ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے۔

کہ کیا کوئی وقت سیاہ میں ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انسان سے کیا معجزہ اور کرامت تو صرف حاصل ہونے سے فوق الاسباب امور میں تو صرف حمل ہو جاتا ہے؟

آپ نے ملاحظہ کیا کہ مؤلف نور ہدایت نے معجزہ کی تعریف غلط سمجھی اور غلطی کی معجزہ اور کرامت کو انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اختیاری فعل بنا کر سخت ٹھوکر کھائی پھر ان کو علی الاطلاق مافوق الاسباب

امور کہہ کر اور شرمندگی اٹھائی اور آخر میں بزم خود معجزات اور کرامات پر حاصل شدہ اختیار سے انبیاء کو ام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مافوق الاسباب امور پر متصرف ہونا ثابت کر کے جس باطل نظریہ

اور عقیدہ کا انہوں نے اظہار کیا ہے وہ ان کو اور ان کی جماعت ہی کو زیبا ہو سکتا ہے اہل حق کے نزدیک ان کا یہ مطلوب اور نتیجہ قطعاً مردود اور باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ مسائل توحید بنیادی اور اصولی ہیں ان

میں قیاس و اجتہاد کا سہرے دخل ہی نہیں ہے کہ چونکہ ان امور پر انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تصرف عطا کیا گیا ہے لہذا اور امور پر بھی ان کو تصرف حاصل ہو گا یہ تو قیاس اور اجتہاد ہے توحید و عقائد

میں اس کا کیا کام اور دخل ہے؟ بس اتنا ہی ہو گا کہ جن امور پر معجزات اور کرامات کے سلسلہ میں ان کو تصرف حاصل ہے ان میں حاصل ہے دیگر امور میں کمال اور کمال سے اور کس طرح حاصل ہوا؟ تاکہ ان کی توفیق کے بعد عملی

ناتوانی استعانت و استمداد کی جائے جو مؤلف نور ہدایت کا اہل متصوٰف ہے (دیکھئے ص ۵۸، ۵۹، ۶۰ وغیرہ وغیرہ)

و ثانیاً باب چہارم میں ہم مافوق الاسباب تصورات کے بارے میں قدرے تفصیل سے بحث کر چکے اور انشاء اللہ العزیز بتائیں گے کہ ان اور کیسے دلائل پر مؤلف نے مکرر بنیاد رکھی ہے؛ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ چونکہ مؤلف نے مکرر

بڑے ترش اور عامیانہ لہجہ میں اہل حق کو گوسلہ اور مسائل حق سے خراب کیا ہے اور عمدہ شرف کو خیر باد کہا ہے لہذا ہم بھی یہ کہنے ہوئے ان کے دلائل کی قلعی کھولیں گے کہ۔

وفائیں کیس آپ نے کہ ہم نے جنائیں کیں آپ نے کہ ہم نے

خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عمدہ ٹوٹا کہ صر سے پہلے

باب دوم

جملہ اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دلائل اور برہین کی مدد سے جو درجہ اور مرتبہ

قرآن کریم پھر حدیث شریف اور پھر اجماع امت کو حاصل ہے وہ اور کسی دلیل اور برہان کو ہرگز حاصل نہیں ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ہم قرآن کریم اور حدیث کے دلائل کو مقدم کرنے

مگر باہر مجبوری باب اول میں ہم نے اکابرین علماء امت سے معجزہ اور کرامت کی تعریف اور ان کی حقیقت اور ان سے متعلق دیگر اہم اور ضروری بحاث عرض کی ہیں کیوں کہ ان کی تعریف

کے بغیر دلائل کا پیش کرنا قبل از وقت تھا، اگر یہ مجبوری پیش نظر نہ ہوتی تو قرآن کریم اور حدیث شریف کے دلائل کا مقدم ہونا ایک بدیہی امر ہے، اب اس باب میں ہم یہ امر عرض

کرتے ہیں کہ قرآن کریم اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ معجزہ اور کرامت صادر کرنے میں نبی اور ولی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اور نہ ان کے کسب و اختیار کا اس میں کچھ دخل

ہوتا ہے بلکہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کا اتفاق ہوتا ہے اور جب اس کی حکمت بالغہ اور مصلحت چاہتی ہے تو اس کو نبی اور ولی

کے ہاتھ پر صادر فرما دیتا ہے، ولی کا کہنا ہی کیا ہے۔ نصوص قرآنیہ قطعاً اس امر کو واضح ترین عبارات میں ثابت کرتی ہیں کہ بسا اوقات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے شریکین

کے فرمانی معجزات کا مطالبہ سن کر اپنے دل میں یہ آرزو رکھتے ہوئے کہ اگر یہ معجزات صادر ہو جائیں تو اتمام حجت کے بعد شاید یہ لوگ دائرہ ایمان میں داخل ہو جائیں اس کو پسند کیا کہ

ان معجزات کا اگر صدور ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اتنا غایب نہ تھا کہ فراموشی معجزات صادر کئے جائیں اس لیے وہ صادر نہیں کئے گئے نہ تو ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ مجبور تھا اور نہ اس کو کوئی پوچھ سکتا ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ۝

۱۔ ایک مخصوص واقعہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آگ کا گلزار ہونا یہ ان کا معجزہ تھا مگر اس کے ٹھنڈا اور گلزار کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اثر اور دخل نہ تھا۔ بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل اور احسان تھا جو اللہ تعالیٰ نے ظالم اور صادر فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا ۝ ہم نے کہا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور آرام (محتر) علیٰ ابراہیم ۝ (پکا۔ الانبیاء۔ ۵۵)

یعنی تو کیا آگ کو حکم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ٹھنڈی ہو جا لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے بلکہ ایسی محتدل اور خوشنوا ٹھنڈی ہو جو جسم و جان کو سرور پہنچائے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آگ کا ٹھنڈا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا، اس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی دخل نہ تھا۔ جبر اللامت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ المتوفی ۹۸ھ اور حضرت ابوالعالیہ ریاحیؒ (رفیع بن جراح) المتوفی ۹۳ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

لَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَسَلَامًا ۝ اگر اللہ تعالیٰ وَسَلَامًا کا حکم صادر نہ فرماتا تو آگ کہ اِنِّیْ اِبْرٰہِیْمَ بَرْدًا ۝ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳) کی ٹھنڈک سے حضرت ابراہیم کو اذیت پہنچتی۔

معلوم ہو کہ نہ تو آگ کو ٹھنڈا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کام تھا اور نہ ٹھنڈک کو اعتدال پر قائم رکھنا ان کا کام تھا بلکہ اس کا ٹھنڈا کرنا اور اعتدال پر رہنا دونوں حکم خدا تھے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طور پر جب منجانب اللہ نبوت اور رسالت عطا ہوئی تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق رسالت کے لیے چند معجزات بھی عطا فرمائے

ایک معجزہ عصا بھی تھا چنانچہ اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ۔

وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تُهْبَتُ مِثْلَ شَجَرٍ مُّكْتَمًا ۝ اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو حَآجًا وَّلٰی مُدْبِرًا ۝ وَلَمْ يُعَقِّبْ ۝

(پکا۔ القصص۔ ۲۰) نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔

پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی اور بڑھتے بڑھتے اڑدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی جیسا کہ دوسرے مقام پر تَعْبَانُ مُبِیْنٌ (بڑا اڑدھا) کے الفاظ آئے ہیں، یا طور پر پتلا سانپ اور فرعون کے پاس بڑا اڑدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی کچھ بھی ہو مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے، کیونکہ اگر خود ہی انہوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہوتا تو اپنے فعل کی تاثیر اور اس کے نتیجے سے بخوبی واقف ہوتے اور ڈرنے اور بھاگنے کی ہرگز ضرورت پیش نہ آتی، مگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے اس پہلے موقع پر سانپ سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْذُكَ ۝ فرمایا کہ پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں سَیْرَتُهَا اُوْلٰی ۝ (پکا۔ طہ۔ رکوع ۱) گے اس کو پہلی حالت پر۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام اور فعل صرف یہی تھا کہ اس اڑدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کو پہلی حالت پر لاٹھی بنا دینا یہ خدا تعالیٰ کا کام تھا اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔

عمرہ المفسرین حافظ ابوالفضل اسماعیل بن کثیر المتوفی ۷۸۰ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

هَذَا اَبْرَهَانَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی مَوْسٰی ۝ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علیہ السلام ومعجزۃ عظیمة وخرق ۝ یہ ایک واضح برہان اور بڑا معجزہ اور خرق عادت للعادة باہر کُلِّ عَالَمٍ اِنَّهٗ لَا یَقْدِرُ عَلٰی ۝ کی ایک روشن دلیل تھی جو اس پر دلالت کرتی ہے مثل هذا الا اللہ عزوجل وانہ لا ۝ کہ اس جیسی الوہمی چیز پر بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا الرَّسُوْلَ فِی الْاَمْرِ الَّذِیْ هُوَ لَكُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ سِرًا ۚ لَّیْسَ بِاَمْرٍ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَحْذَرُوْا اَنْ یَّكُوْنَ دَعْوٰیكُمْ فِی الْاَمْرِ الَّذِیْ هُوَ لَكُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ ۚ فَاِنْ کَانَ اَمْرٌ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ فَاصْدُرُوْا عَلَیْهِ فَاِنْ رَاٰی کَیْفَ یُخْرِجُکُمْ مِنْهُ فَاصْبِرُوْا ۚ لَیْسَ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ جُنَاحٌ اِنْ اَصْبَحْتُمْ سِرًا ۚ

یہ عبارت بھی اس امر کی واشکاف دلیل ہے کہ معجزہ پر اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی قادر نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیگر متعدد معجزات بیان کیے گئے۔ مگر ان سب میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مثلاً فرمایا کہ۔

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَمَجْنٰكُمْ
وَاعْرَضْنَا الْفِرْعَوْنَ (پ۔ البقرة۔ ۶)

اور جب ہم نے پھاڑ دیا تمہاری جانب سے دریا کو پھر ہم
نے سچایا تم کو اور ڈلوادیا ہم نے فرعونوں کو۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو ستر آدمی طور پر گئے تھے اور جب ان کی نادانی کی وجہ سے ان کو بجلی نے آلیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں آتا ہے کہ۔

ثُمَّ بَعَثْنَا كُوفًا مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
 لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (پا - بقرہ ۶)

پھر ہم نے تم کو زندہ کیا تمہاری موت کے بعد
 تاکہ تم احسان مانو۔

اور قرآن کریم ہی میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا اور التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر دوبارہ زندہ کیا اور نیز ارشادِ ربّانی ہے کہ

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ایڑ کا اور نازل کیا ہم نے تم پر پُتوں و سلوٹے۔

اسی طرح فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ الْآيَةَ (پ۔ اعراف رکوع ۱۶) میں ارسال طوفان وغیرہ کی (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ و ترجیحات تھے) نسبت اللہ تعالیٰ

نے صرف اپنی ہی طرف کی ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ جملہ خوارق عادات امور محض اللہ تعالیٰ کے افعال تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کی تصریح کی ہے کہ

يُجِبَالُ أَوْبَى مَعَهُ وَالطَّيْرُ وَالنَّالَةُ
الْحَدِيدَةُ
(پارہ ۲۴، سورہ سبا، رکوع ۴)

اے پہاڑ خوش آوازی سے پکڑو تم حضرت داؤد علیہ السلام
کے ساتھ اور اڑتے پرندوں کو بھی ہم نے یہ حکم دیا اور ہم
نے ان کے لیے لوہا موم کر دیا۔

اس میں اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ پہاڑوں اور اسی طرح اڑتے جانوروں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح وغیرہ پڑھنے پر سخرہ ناصرف اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا حکم ٹھوہنی تھا وعلیٰ ہذا القیاس حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا موم کرنا بھی صرف اللہ تعالیٰ کا کام تھا جیسا کہ لفظ وَاللّٰہ اس کی واضح دلیل ہے۔

۴۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ۔

اور بہادیا ہم نے اس کے یہ چشمہ پگھلے ہوئے
تانبے کا اور جنوں میں کتے لوگ تھے جو محنت کرتے

(پ ۲۲ - سب - ۲۴) تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے ۔
اور جب ہوا کو ان کے لیے مسخر کیا گیا تو اس معجزہ کا ذکر یوں آتا ہے ۔

فَخَزَّنَا لَهُ الْيَمِّحَ (پ ۲۳ - ص ۲) ہم نے حضرت سلیمان کے لیے ہوا کو تابع کر دیا۔ یہ واضح امر ہے کہ یہ تمام امور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بینِ معجزات تھے۔

اور ان کے ہاتھ پر صادر ہوتے تھے مگر ان تمام میں اصل فعل کی حقیقی نسبت اللہ تعالیٰ نے
اسی طرف کر کے نہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہ تمام ہمارے افعال تھے جو ہم نے ان کے ہاتھ پر صادر کئے تھے۔

۵۔ بنی اسرائیل کی ایک قوم کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے کہ وہ موت ڈر کر کہیں بھاگ

فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مَوْتُوا أَمْ أَحْيَاهُمْ

سوف فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ نے مر جاؤ یا پس وہ مر

یہ لوگ کسی مزار تھے لچڑیا آٹھ یا لیش مزار کما ہو مروی عن ابن عباسؓ
 مگر اللہ تعالیٰ ان کو از سر حق رست کامل سے حقیقتہً وفادار بنائے کہ بعد سے زندہ کیا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ۔

فلما كان بعد دهر مذبهم
نبى من انبياء بنى اسرائيل يقال
له خرقيل فسال الله ان يعيهم
على يديه فلجاب الى ذلك الخ

جب ان پر کافی زمانہ گزر گیا تو ان پر بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت خرقیل علیہ السلام کا گذر ہوا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کی حیات کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ان کو زندہ کر دیا۔

(تفسیر جلد ۱ ص ۲۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ایک ایک کر کے گناتے ہیں مگر ساتھ ہی بتا دیا ہے کہ یہ سارے کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے کئے تھے باختیار خود کچھ بھی نہیں کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
يَاذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي
وَتُسَبِّحُ أَلْحَمَهُ وَاللَّابِصَ يَاذْنِي
وَإِذْ تَخْرِجُ الْمَوْئِيَّ يَاذْنِي

اور جب تُو بنانا تھا گائے سے پرندہ کی صورت میں حکم سے پھر تو پھونک مارتا تھا اس میں تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا تو مادہ زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑا کرتا تھا زندہ کر کے، مردوں کو میرے حکم سے۔

(پک۔ ملشدہ - ۱۵ ع)

لفظ یاذنی (اور دوسرے مقام پر یاذنی اللہ) بار بار محض اس لیے دھرایا گیا ہے کہ اگرچہ ان معجزات کا صدور تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا مگر ان کا ان میں کسب اور اختیار کچھ نہ تھا بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے افعال تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر صادر ہوئے تھے مولف نور ہدایت معجزات عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے اختیاری اور کسی افعال اور مافوق الاسباب امور کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو امور کو بخیرینہ میں اتنا تصرف و اختیار حاصل تھا کہ آپ کے در دولت سے انھوں کو آنکھیں اور بیماریوں کو شفا نصیب ہوتی تھی اور وہ بھی مافوق الاسباب کے طور پر بغیر کسی دوا و علاج ظاہری کے" (ص ۶۵۹) اور آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات میں کسب و اختیار کو نہ عم خود

ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہی کیسے؟ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ "حالا انہ مٹی سے مختلف شکلیں تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے قصد و اختیار سے بنالیتے ہیں کوئی بات سوچ کر کرنی چاہیے؟ (ص ۶۱۶) مگر اس سے کہ مولف مذکور کو معجزہ کی حقیقت ہی معلوم نہیں اور خود انہوں نے سوچ کر بات ہی کی کہ وہ ایک غیر اختیاری اور فی الجملہ غیر طبعی اسباب سے وابستہ فعل ہوتا ہے جو بنی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے کہ ہم مفصل عرض کر چکے ہیں مٹی کی شکلیں گھما کر اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی بناتے تو ان کے ہاتھ پر بھی ان میں اگر یہ پھونکیں ماریں تو ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ ان میں جان نہیں ڈالتا کیونکہ ایسا کرنا باوجودیکہ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کے تحت داخل ہے لیکن عام سنت اللہ کے خلاف ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مٹی کی بے جان ہڈیوں میں جان ڈالی تھی بس یہی فرق ہے نہ یہ کہ ان میں جان ڈالنا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار تھا جیسا کہ مولف نور ہدایت نے از روئے جہالت یہ سمجھا ہے۔ کیا یہی خوب کہا گیا ہے کہ کچھ ہر پھونکنے والے کو سبھی نہیں کہتے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے جب اُن سے نزولِ مائدہ کی درخواست کی تو اس کی صراحت ہے کہ حواریوں کا عقیدہ بھی صرف یہی تھا (گو ان کی تعبیر قدرے غلط تھی) کہ اس کا نازل کرنا محض اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور اگر یہ فعل عیسیٰ علیہ السلام کے بس میں ہوتا تو ان کی منہ مانگی مراد وہ خود پوری کر دیتے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا ہاتھ بھی کسی اور قادر و مقتدر ہستی کے آگے پھیلا ہوا ہے اور وہ یوں التجا اور درخواست کر رہے ہیں کہ۔

اللَّهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ
السَّمَاءِ تَكُونُ عِيدًا لَنَا وَآخِرِنَا آسمان سے کہ وہ عید اور خوشی ہے ہمارے پہلے اور پھر
وَآيَةً مِّنْكَ (پک۔ مائدہ - ۵)

ان تمام مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر یہ تمام حسی معجزات یقیناً صادر ہوئے تھے مگر ان میں ان کا کوئی دخل و اختیار نہ تھا اور معجزات

میں اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کسب قصد اور اختیار ہوتا بھی نہیں ہے کَمَا مَرَّ مُقْصِدًا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ لکھنا کہ ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ کوئی معجزہ نہیں ہوا“ (حاشیہ ضخیمہ انجام آتھم ص ۱۷) اور معجزہ طبرک کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں لے کر مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گنو سالہ“ (ازالۃ اللابواہام ص ۱۳۳) تو یہ خالص جھوٹ اس مفید جھوٹ، صریح افتراء اور محض بہتان ہے تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عَلَوًّا كَبِيرًا۔

۷۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر چار پرندوں کے زندہ ہو کر اُن کے بلانے پر اُن کے پاس گئے کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے توبال تک مرہ سہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں آتا ہے جو اس امر کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ معجزات انبیاء کرام کے اپنے کسب و اختیار سے سرزد نہیں ہوتے بلکہ جب اللہ تعالیٰ اُن کو صادر فرماتا ہے وہ صادر ہوتے ہیں۔ اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

۸۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے کہ بے شمار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کافر اور مشرک قوموں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں کوئی معجزہ کوئی آیت کوئی نشانی اور کوئی سلطان وسند بتلاؤ اور دکھلاؤ تو اس کا جواب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یوں دیا ہے کہ۔

وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَكُنَّ كَمَا يُسْأَلُ لَئِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمُطَّاعِينَ اور ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم تمہیں سناؤ اور معجزہ الَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (پس)۔ ابراہیم - ۲)

کس طرح صاف طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پوزیشن واضح کر دی ہے کہ تمہاری یہ فرمائش پوری کرنا اور معجزات لا کر تمہیں دکھانا ہمارے قبضہ میں نہیں ہے اور یہ ہمارے بس کی بات ہے معجزات کو تو جب اللہ تعالیٰ چاہے گا صادر فرمائے گا ہم تو حکام کی تبلیغ کرنے آئے ہیں اور ماننے والوں کو جنت کی بشارت سناتے اور انکار کرنے والوں

کو عذاب جہنم سے ڈراتے ہیں اور دنیا کے عذاب سے بھی آگاہ کرتے ہیں کہ یہ کفر و شرک کی انھیلا بڑا نتیجہ ظاہر کے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے

نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

یہ اور اس قسم کے بیشمار دلائل قرآن کریم میں موجود ہیں جو اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ معجزہ حق ہے مگر یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے نبی کا اس فعل کے اندر کوئی دخل نہیں ہوتا۔

۹۔ ایک موقع پر مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی مخصوص اور فراموشی معجزہ کا مطالبہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ان کو یوں جواب ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعِي إِلَى اللَّهِ (پ - الفام - ۱۳)

آپ ان سے کہیں کہ نشانیاں (اور معجزات) تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جب اور جس طرح وہ چاہتا ہے نبی کے ہاتھ پر اس کو صادر کرویتا ہے۔

۱۰۔ مشرکین مکہ نے لعنت اور عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند فراموشی معجزات طلب کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان مشرکین کے اصل الفاظ میں نقل کر کے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یوں دلوا دیا ہے۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ تَحْتِیْ وَعَنْبَقُفَرِّ الْأَنْهَارِ خَلَّلَهَا فَجَعِلَهَا أَوْ لُسُقْتَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْتَأْتِنَا بِاللَّهِ وَالْمَلَكِ قَبِيلًا۔ اور وہ بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کرے ہم سے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا جو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انار کا پھر پستانا تو اس کے سچ نہریں چلا کر۔ یا اگر ان کو آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو سلتے۔ یا ہو جائے تیرے لیے ایک

الكفار انهم طلبوا منه المعجزات
القاهرة في قوله تعالى وقالوا لن
نؤمن لك حتى تفجر لنا من
الارض ينبوعا ثم انه تعالى
قال قل سبحان ربي هل كنت
الا بشرا رسولا يعني كون الشخص
انسانا موصوفا بالرسالة معناه
كونه كاملا في قوته النظرية
والعملية وقادر على معالجة التامين
في هاتين القوتين وليس يلزم من
حصول هذه الصفة كونه قادرا

على الاحوال التي طلبتوها منه (مطابقا لآية) اللهم الرازي المأخوذ من الكلام ص ۲۰۶ ۲۰۵

حضرت ام رازیؑ کی یہ عبارت اس امر پر نص صریح ہے کہ خوارق عادات اور
معجزات پر نبی کو قدرت حاصل نہیں ہوتی اور نہ معجزات کا نبوت کے ساتھ کوئی عقلی
تلازم ہے خود ام رازیؑ تفسیر کبیر سورۃ عنکبوت کی اس آیت وَتَالُوا الْوَلَائِ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ اَيُّةٌ مِّنْ رَبِّهِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ولس من شرط الرسالة المعجزة
کہ رسالت اور نبوت کے لیے معجزہ شرط نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل ام غزالیؒ کی منقذ من الضلال اور ام راضیہ رغوب اصباحیؒ
المتوفی ۵۰۳ھ کی کتاب الذیعة صفحہ ۶۹ اور شرح مواقف صفحہ ۶۹ و حجة البالغة
جلد ۱ ص ۸۵ اور علم کلام کی مستند کتاب معارف مشرق الصحائف میں ملاحظہ کیجئے کہ معجزہ
کی دلالت رسالت پر محض عقلی نہیں بلکہ دلالت عادیہ ہے اور معجزات نبوت کی علامت
سے ہیں اور ہم نے جو علامہ ابن خلدون کی عبارت پہلے باب میں معجزہ کے سلسلہ میں

پیش کی ہے وہ بھی ملحوظ خاطر ہے)
مولف نور ہدایت کی ذیل علمی خیانت

مولف مذکور نے اپنی کتاب میں حضرت ام رازیؑ کی المباحث المشرقیہ ج ۲ ص ۵۲۳
کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کا یوں ترجمہ کیا ہے: ”اور نبی کا تیسرا خاصہ یہ ہے
کہ ان کی ذات اس عالم کے مادہ میں متصرف ہو پس بدل دیں عصا (لاٹھی) کو سانپ اور
پانی کو خون سے اور اندھے اور کوڑھی کو شفا دیں وغیرہ ذلالت معجزات سے۔ یعنی اللہ کے نبی کو
یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس بے جان لکڑی کو سانپ اور پانی کو خون بنا دیں اور
اس قسم کے تصرفات انہیں حاصل ہوتے ہیں۔ بلفظہ (نور ہدایت ص ۳۵)

اصل بات یہ ہے کہ فلاسفہ ابالہ اور حکما سفسفہ کے نبوت اور رسالت کے بارے
میں چند باطل اور غلط نظریات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کی ذات اور نفس
مقدس کو اس عالم میں تصرف حاصل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عالم میں خوارق و ظہور پذیر
ہوتے ہیں۔ ام رازیؑ نے فلاسفہ اور حکما کے یہ غلط اور باطل نظریات ایک ایک کر کے نقل کئے
ہیں اور پھر ان کے جوابات دیے ہیں مشکلیں کا پر مسلک ہرگز نہیں ہے کہ ذات رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) مادہ عالم میں متصرف ہے حاشا وکلا۔ مولف مذکور کو کسی ماہر فن اور کامل ات سے
المباحث المشرقیہ پر پھٹی چاہیئے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت ام رازیؑ نے یہ کس کا
مسلک اور مذہب لکھا اور پھر اس کی کس انداز سے تردید کی ہے اور خیر سے مولف نور ہدایت
کیا سمجھے ہیں۔ اور دوسروں کو غلط الزام دینے کے بجائے پہلے ذرا اپنی ننھی آنکھ کاشتیر دیکھیں گے
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا اٹکل آیا

اور فلاسفہ کے اس غلط نظریہ کو علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ ص ۹۳ میں بھی نقل کیا
ہے جس کا بقدر ضرورت اقتباس ہم نے پہلے باب میں نقل کر دیا ہے وہاں ہی ملاحظہ کریں
اور مواقف و شرح مواقف (طبع نوکشتور ص ۶۶۳ ۶۶۵) میں حکما کے یہ غلط نظریات نقل
کر کے تفصیلی جوابات دیے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ نبی کے خواص میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ ان سے خارق عادت افعال صادر ہوتے ہیں کیونکہ عالم عناصر کا مادہ ان کا مطیع اور نقاد ہوتا ہے الخ (دیکھئے مواقف مع شرح ص ۶۶۴) پھر اس کا رد کر کے اس کی وجہاں فضلے آسمانی میں بکھیری ہیں منکر حیرت اور تعجب سے نواف نور ہدایت کی خیانت یا جہالت پر کہ وہ کس طرح ایک حقیقت ثابتہ پر پردہ ڈال رہے ہیں؟ فَاَللّٰهُ الْمَشْتَكٰی۔ ع

ایں جنس ارکان دولت ملک را ویران کنند

۱۱۔ کفار کا یہ مطالبہ تھا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ کوئی ایسا نشان اور معجزہ رہنا چاہیے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کرنے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام دنیا کی ہدایت پر انتہائی حریص تھے شاید آپ کے دل مبارک نے چاہا ہو گا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے یہ تہریت فرمائی کہ آپ کو دنیاویات میں مشیت الہی کے تابع رہیں۔ بخوبی مصالح اس کو ہرگز مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہوتی کہ انبیاء کو علم ہم الصلوٰۃ والسلام کے توسط کے بغیر اور نشانوں اور معجزات کے سوا شرف ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا۔ مگر جب خدا تعالیٰ کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فراموشی نشانات دکھانے کو مقتضی نہیں تو مشیت الہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان سے سڑنگ یا سیڑھی لگا کر الیا فراموشی اور مجبور کن معجزہ نکال کر دکھلائے۔ خدا تعالیٰ کے قوانین حکمت و تدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔
وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ
فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ
أَوْ سُلْمًا فِي السَّمَاءِ فَاتَّبِعْهُمْ بِآيَةٍ
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى
فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

(پ۔ الانعام۔ رکوع ۴) راہ پر سوت ہوں آپ نادانوں میں۔

الہامی طے لکھتے ہیں کہ۔

فَاتَّبِعْهُمْ بِآيَةٍ مِّمَّا اقْتَرَحُوا
فَاعْضِلْ الْمُعْصِي اِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَاصْبِرْ
حَتَّى يَخْشَوْا اللَّهَ

پھر اے آدمی آپ ان کے پاس کوئی معجزہ چاہیں
لے طلب کیا ہے تو لے آئیے مطلب یہ ہے کہ
بیشک آپ معجزہ لانے کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ
صبر ہی کیجئے جسے کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر کرے۔
(حدابین صفحہ ۱۴)

یہ مضمون بھی اس امر کی دلیل ہے کہ معجزہ لانا نبی کے بس میں نہیں ہوتا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا حسی اور اہم معجزہ ذکر فرمایا ہے۔ جس پر تو اتر درجہ کی حدیثیں اور امت کا اجماع بھی موجود ہے اور وہ کمر اور معراج کا معجزہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ۱)

اور مسجد اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، اس کا کچھ ذکر سورۃ النجم میں ہے اور باقی پوری تفصیل متواتر قسم کی حدیثوں اور امت کے اتفاق و اجماع سے ثابت ہے۔ اس مضمون میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی صراحت فرمادی ہے کہ اسرار و معراج اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بین اور روشن معجزہ تھا مگر آپ نے اپنے اختیار اور کسب اسرار کا سفر نہیں کیا بلکہ جب آپ کو لے جانے والی ذات اس سفر پر لے گئی تو آپ تشریف لے گئے اور اسی ہی لیے اسری کا جملہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ واضح کر دیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ رات لے گیا تو آپ گئے نہ تو آپ بذات خود گئے نہ ایسے عجیب فعل پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو قدرت ہی حاصل ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ۔

يَسْجُدُ تَعَالَىٰ لِنَفْسِهِ وَيَعْظُمُ شَانَهُ
اللّٰهُ تَعَالَىٰ اِتْبَىٰ پَاكِزِ گِ كَا يِيَانِ كَرَا اُو اِپْسِي عَطَلَت

لقد رتہ علی مالا یقدر علیہ احد
فلا اللہ غیرہ ولا رب سواہ الذی اُسری
بعبودہ یعنی محمدًا صلی اللہ علیہ
وسلم لیلًا ای فی جنح اللیل من
المسجد الحرام وهو مسجد مکة
الی المسجد الأقصى وهو بیت المقدس
(تفسیر جلد ۳- ص ۱۷)
شان کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ وہ اس چیز یعنی
اسرار و حراج وغیرہ پر قادر ہے جس پر کوئی اوقار
نہیں ہے نہ تو اس کے علاوہ کوئی اور الٰہ اور مثل
کش ہے اور نہ رب و محمد ہے وہ اپنے بندہ یعنی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے تاریک حصہ
میں مسجد حرام سے (جو مکہ مکرمہ میں ہے) مسجد اقصیٰ
تک (جو بیت المقدس میں ہے) لے گیا۔

یہ عبارت بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اسرار وغیرہ کے اس انوکھے فعل کے صادر
کرنے میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے جو بظاہر اور کوہ مغز معجزات کو
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنے افعال بتاتا ہے وہ بتائے کہ ایک مسلمان ان واضح
آیات کو اور ان کی روشنی میں معتبر و مستند مفسرین کرام کے بیٹے اقوال کو کیا کرے؟
اسرار اور معراج کے بارے میں قرآن کریم کی نصوص قطعہ کے علاوہ متواتر وجہ کی
حدیثیں بھی موجود ہیں اور کرم و بیش پناہ صحابہ کرام سے مختلف الفاظ کے ساتھ معراج
کا واقعہ منقول ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب صنو السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ
کی روشنی ملاحظہ کریں)۔

ایک طرف یہ دلائل ملاحظہ کریں اور دوسری طرف زمانہ حال کے منکر حدیث چودھری
غلام احمد صاحب پرہیز کا عقیدہ اور نظریہ بھی ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں کہ اگر آج سائنس
کی کوئی ایجاد اس کا امکان بھی پیدا کرے کہ کوئی شخص روشنی کی رفتار سے مرتج یا چاند کے
کروں تک پہنچ جائے اور پھر چند ثانیوں میں واپس بھی لوٹ آئے تو میں پھر بھی ہنسنے کے
معراج جسمانی کو نہیں تسلیم کروں گا اس لیے کہ میرے دعوے کی بنیاد ہی دوسری ہے
اور وہ یہ ہے کہ جسمانی معراج سے یہ تصور کرنا لازم آتا ہے کہ خدا کسی خاص مقام پر موجود ہے

ہے اور میرے نزدیک خدا کے متعلق یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے بلکہ
(معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۴) دیکھا آپ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار و معراج
جسمانی کا عقیدہ جو قرآن کریم، متواتر وجہ کی حدیثوں اور امت کے اجماع و اتفاق سے ثابت
ہے پر دیر صاحب اس کو تسلیم کرنے کے لیے سسر سے آمادہ ہی نہیں ہیں۔ پرہیز صاحب
ہی بتائیں کہ کیا قرآن کریم میں التَّوْحُّدُ عَلَى الْعَدِثِ اسْتَوٰی دیکھا آپ نے کہ جیسا اس
کی شان کے مناسبت اور لائق استوا ہے وہی ہوگا (وَالَّذِي يَصْعَدُ الْهَبْلُ الطَّيِّبُ
اَوْ رَافِعُكَ اِلٰی اور بَلَّ رُفْعَهُ اللہ الیہ وغیرہ آیات موجود نہیں ہیں؛ اور کیا
ان سے یہ تصدیر لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کسی مخصوص مقام میں ہے؛ یا آپ ان کے بھی
منکر ہیں؛ اور اگر ان کی کوئی صحیح تاویل آپ کے ذہن نارسا میں موجود ہے تو معراج کے واقعہ
میں آپ کو کبوں سانپ سونگ جاتا ہے؟ چلیے اگر آپ کو معراج کا واقعہ سمجھ نہیں آتا اور آپ
کا مغز بنیت زدہ اور ماؤف ذہن اس کو قبول نہیں کرتا تو واقعہ اسرار جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ
تک ایک ہی رات میں پیش آیا تھا اس کو تو تسلیم کر لیتے دیا آپ کے نزدیک اس سے بھی
مسجد اقصیٰ اللہ تعالیٰ کا رہائشی مکان ثابت ہوتا ہے؟ العباد باللہ سجد کیا گیا ہے
کہ خورے بدرابسانہ ہائے بسیار۔ اصل بات تو صرف اتنی ہے کہ جملہ منکرین حدیث معراج
وغیرہ معجزات کے قائل نہیں ہیں مگر پہلے جب عنقریب کے ساتھ آسمان پر جانا خلافت قتل سمجھا
جاتا تھا اس لیے ایک عرصہ تک ان کی طرف سے یہ دلیل پیش ہوتی رہی مگر آج جب کہ
سائنس کی نئی نئی ایجادات نے اس کا امکان ثابت کر دیا کہ مرتج اور چاند تک کا سفر ممکن
ہے راقم کل ہی ۱۷ اگست ۱۹۵۷ء کو امریکہ نے چاند تک پہنچنے والا ایک راکٹ چھوڑا تھا
یہ الگ بات کہ وہ اخباری بیان کے مطابق کامیاب نہیں ہو سکا مگر اس کے بعد تین مرتبہ کامیابی سے امریکہ نے چاند
پر آدمی اتارے ہیں تفصیل لکھنے والی الصدو طبع دوم ص ۱۵۶ میں ملاحظہ فرمائیں (پرہیز صاحب کو معراج جسمانی کے رد
کرنے کی ایک اور دلیل بھی مقصد صرف ایک ہے کہ معراج جسمانی ثابت نہیں ہے البتہ تعبیری الگ الگ ہیں۔ ۷
جیل فرنیوں نے کسی جس سے نئی بات کہی ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

نوٹ۔ قرآن کریم میں معجزہ کا لفظ اس خارق عادت فعل کے لیے کہیں نہیں آیا بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آیۃ (نشانی جس کی جمع آیات ہے) کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے کہ۔
وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ
اور کافروں نے کہا اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے
(پ ۲ انعام - ۴۰) کیوں کوئی نشانی اور معجزہ نازل نہیں ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ اِیْ خَارِقٌ کیوں اس نبی پر منجانب اللہ کوئی نشانی نازل علی مقتضی ما کا نوا بیدون (۲ ج ۱۳) نہیں ہوئی جو خارق عادت ہو جیسا کہ وہ ملکتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے کہ۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ
(پ ۱ - الانعام - ۱) اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی (اور معجزہ) ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر وہ اس سے تغافل کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

كَلِمَاتُهُمْ اِیْةٌ اِیْ دَلَالَةٌ و یعنی جب بھی ان لوگوں کے پاس کوئی آیت یعنی معجزۃ الخ (تفسیر جلد ۱۳) نشانی اور معجزہ آتا ہے (تو یہ نہیں ملتے)

ام جلال الدین علیؒ المتوفی ۸۶۴ھ سورۃ قمر کی اس آیت

وَاِنْ يَنْزِلْ مِنْهُ آيَةٌ يُخْرِصُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَقَرٌّ
اور اگر دیکھیں وہ کوئی نشانی (اور معجزہ) تو ٹھٹھا جائیں اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

وَاِنْ يَنْزِلْ مِنْهُ آيَةٌ اِیْ صِفَاتُ قُرَيْشٍ اِیْةٌ مُعْجَزَةٌ
لہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشقاق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ جیسے چاند کا پھٹ کر دو ٹکڑے ہونا تو اس کو ملائیے ہیں
(جلالین ص ۴۴)

اور اس کی تصریح موجود ہے کہ

وقد اجمع المفسرون علی ان المسناد
جہو مفسرین کو امام اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ
فی تلك الآية هو الانشقاق الذي كان
اس آیت میں لفظ آیۃ سے جناب نبی کریم صلی
معجزة من النبي صلى الله عليه وسلم
اللہ علیہ وسلم کا چاند کے پھٹ کر دو ٹکڑے ہونے
لا الذي يقع يوم القيمة الخ۔
کا معجزہ ملا ہے قیامت کو جو انشقاق واقع ہو گا۔

(ہامش جلالین ص ۴۴)

اس سے وہ مراد نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انشقاق قمر والہ معجزہ قرآن کریم صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور علامہ محمد قاسم صاحب فرشتہ احمد گزنی المتوفی ۱۳۵۰ (غیرہ) لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مساراجہ مالہ بار کے اسلام کا سبب ہی یہ واقعہ شق قمر بنا تھا۔

(دیکھئے تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۴۹۱ مترجم اردو)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اوبے شمار حسی معجزات عطا کئے گئے تھے وہاں آپ کا حسی معجزہ شق قمر بھی ہے جو نص قرآنی احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ غلام احمد صاحب پرویز کا یہ لکھنا سلسلہ باطل اور بڑا کھڑبہ کہ نبی اکرم کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا اور حضور کا معجزہ صرف قرآن ہی ہے (معارف القرآن جلد ۴ ص ۲۵)

ہمارا مقصد ان حوالجات سے صرف اس قدر ہے کہ قرآن کریم میں معجزہ اور معجزات کو لفظ آیۃ اور آیات سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ معجزہ کے ظاہر کرنے میں نبی کے فعل کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا، کہ جو معجزہ وہ چاہیں اور جس وقت چاہیں صادر کرو دکھائیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس وقت چاہتا ہے نبی کے ہاتھ پر اس کو ظاہر کر دیتا ہے اور یہی حال اولیاء کرام کی کرامات کا ہے کہ ان کے صادر کرنے میں اولیاء کرام کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر برآن ان کے اظہار میں اللہ تعالیٰ کے فعل خاص کے محتاج ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اُن کو ظاہر فرمادیتا ہے یہ نہیں کہ کرامت میں اولیاء کرام کا اپنا فعل اور سبکار فرما ہوتا ہے جیسا کہ مولف نور ہدایت کا باطل نظریہ ہے۔ قرآن کریم سے دیکھو ہر اور متذکرہ

کی روشنی میں ہم اختصاراً ایک واقعہ عرض کرتے ہیں بغیر ملاحظہ کریں۔

ملکہ سبا (بلیقیس) کے قیمتی اور صرح تخت کو اٹھا لانے کا تذکرہ جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دربار والوں سے کیا تو۔

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ
اَنَا اَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّسِرَّتَكَ اِلَيْكَ
طَرَفُكَ فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقَرًّا عِنْدَهُ
قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لَقَدْ

بولادہ جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا پس لائے
دینا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پہلے آئے
تیری طرف آنکھ پھر جب دیکھا اس کو دھرا ہوا
اپنے پاس کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔

(الزیتہ - ۱۰۱ - النمل - ع ۳)

وہ شخص بنا بر قول راجح حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا تھا جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اور کلام کی تاثیر کا واقف تھا اس نے عرض کیا کہ میں چشم زون میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں آپ کسی طرف دیکھئے قبل اس کے کہ آپ ادھر سے نگاہ ہٹائیں تخت آپ کے سامنے رکھا ہو گا جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو سامنے دھرا اور رکھا ہوا دیکھا تو فرماتے لگے یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میرے صحابی اور رفیق اس درجہ کو پہنچے جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ چونکہ ولی اور علی الخصوص صحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی اس کی شکر گزاری عائد ہوئی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ معجزہ کی طرح کرامت بھی فی الحقیقت خداوند کریم کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر خلافت محمول اور خارق عادت کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورج ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اُسے کیا مشکل تھا کہ وہ تخت بلیقیس کو ہلک جھکنے میں مارب سے شام پہنچا دے۔ حالانکہ تخت بلیقیس کو سورج سے شانہ کہ ذرہ اور پاپا کی نسبت بھی نہ ہو۔ امام جلال الدین لکھتے ہیں کہ

اَنَا اَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّسِرَّتَكَ اِلَيْكَ

یعنی میں آپ کو لادول گا وہ تخت اس سے قبل

طَرَفُكَ اِذَا انْظَرْتَ بِهٖ اِلَى شَيْءٍ مَا قَال
لَهُ اَنْظُرْ اِلَى السَّمَاءِ فَانْظُرْ اِلَيْهَا ثُمَّ رُدِّهَا فِیْهِ
فَوَجَدَهُ مُوَضَّوعًا بَيْنَ يَدَيْهِ فَفِيْ نَظَرِهِ
اِلَى السَّمَاءِ دَعَا اَصْفَ بِالْاِسْمِ الْعَظَمِ
اِنَّ يَاقُوْا اللّٰهَ بِهٖ فَحَصَلَ بَانَ حِرْبِیْ
تَحْتَ الْاَرْضِ حَتّٰی اَرْتَفَعَ عِنْدَ
كَرْسِیْ سُلَیْمَانَ ۔

کہ آپ کی طرف پھر آئے نگاہ آپ کی یعنی جب
آپ کسی چیز کو دیکھیں تو آپ کی نگاہ واپس نہیں
لوٹے گی کہ تخت آپ کے سامنے رکھا ہو گا آصف نے
کہا آسمان کو دیکھئے انہوں نے نگاہ اٹھائی اور پھر
نگاہ واپس کی تو تخت ان کے پاس رکھا ہوا تھا جس
وقت انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو آصف
نے اس وقت اسم عظم سے دعا کی کہ یا اللہ وہ تخت

لائے چنانچہ وہ قدرت خداوندی سے زمین کے نیچے
(جلالین ص ۳۲۱)

سے چلتا ہوا حضرت سلیمان کی کرسی کے پاس آگیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ آصف کا لانا بایں معنی تھا کہ انہوں نے اسم عظم کی برکت سے
بارگاہ ایزدی میں التجا کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا اور
اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے وہ تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس کھڑا کیا، اور
اس کرامت کے انظار میں آصف کا صرف یہ کام تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم عظم سے دعا
کی۔ رہا تخت کو حقیقتہً سامنے لا کر رکھنا تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام تھا اور اسی کو حضرت
سلیمان علیہ السلام کو تعبیر فرماتے ہیں۔ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

فَذَكَرُوا اَنَّهُ اَمْرُهُ اَنْ يَنْظُرَ حَتَّى
الْيَمَنِ الَّتِي فِيْهَا هَذَا الْعَرْشُ
الْمَطْلُوبُ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ دَعَا
اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَجَاهِدٌ قَالَ يٰ اَذِلَّةَ الْجَلَالِ
وَالْاَكْرَامِ وَقَالَ الزَّهْرِيُّ قَالَ يٰ
اَلْهٰتُ وَالْاَلٰهَ كُلُّ شَيْءٍ اِلٰهًا وَاحِدًا

مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ آصف نے حضرت
سلیمان کو یمن کی طرف جس میں وہ مطلوب تخت تھا
دیکھنے کا کہا پھر آصف کھڑا ہوا اور وضو کر کے اللہ
سے دعا کی حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آصف ان الفاظ
سے دعا کی تھی اے ذوالجلال والاکرام در زہم رہی کہتے ہیں
انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارے الہ اور ہر چیز کے الہ

لا اله الا انت ائمتی بعشرها قال
فمثل بین یدیه قال مجاهد و
وسعد بن جبیر و محمد بن
اسحق و زهیر بن محمد و غیرہم
لما دعا اللہ تعالیٰ و سألہ ان یأتیہ
بعشر بلقیس و کان فی الیمین و سلیمان
علیہ السلام بییت المقدس غاب
السریس و غاص فی الارض ثم نبع
تو ہی تنہا اللہ اور مشکل گناہ ہے بلقیس کا تخت میں لا
وے چنانچہ دیکھا تو تخت سامنے موجود تھا حضرت مجاہد
اور سعید بن جبیر اور ابن اسحق اور زہیر بن محمد وغیرہ نے
ہیں کہ آصف نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ سوال
کیا کہ بلقیس کا تخت ان کو لائے اور وہ تخت ملک
یمین میں تھا اور حضرت سلیمان بیت المقدس میں تھے
چنانچہ تخت وہاں سے غائب ہو کر زمین کے نیچے
چلتا ہوا حضرت سلیمان کے سامنے آ موجود ہوا۔

من بین سلیمان - (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۳۷)

اس سے بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ کرامت بلا شک حضرت آصفؑ کے ہاتھ پر صادر
ہوئی تھی مگر تخت کا لانا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس کو حاضر کر دینا یہ صرف اللہ
تعالیٰ کا کام تھا اور ہم بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت بلاشبہ حق ہے اور اس کا
انکار کرنا سرسری بے دینی اور زنا الحاد ہے۔ مگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا
ان میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ معجزہ اور کرامت کا صادر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا فعل
ہے اور بس۔

مولف نور ہدایت کی کوتاہ فہمی ملاحظہ ہو وہ کہتے ہیں کہ۔ آصف بن برخیا نے عرض
کی کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے لاسکتا ہوں حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو تخت
پاس رکھا تھا اس کا نام ہے تصرف مافوق الاسباب کہ چشم زون سے قبل اتنے بڑے
بھاری تخت کا کتنے ہی دور سے آجانا اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان خدا کو غائبانہ حاجات
میں متصرف سمجھنا عین ایمان کا تقاضا ہے نہ شرک و کفر، نیز اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ
کرامات اولیاء کرام اختیاری بھی ہوتی ہیں کیونکہ جملہ مقدسہ انا انتیک بہ میں لاکر دیا ہوا
اس تصرف کے اختیاری و مقدر ہونے کی روشن دلیل ہے جس سے مفر ممکن نہیں اور یہی جملہ

سے ہمارا استدلال ہے۔ ملاحظہ فرمادیت (۵) مولف مذکور مناسب تھا کہ انا انتیک بہ
کے جملہ کی اسناد کے مجازی ہونے کا سبق وہ ضررین کرام سے پڑھتے نہ کہ خود مجتہد بن کر وادی ضلالت
میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے مولف مذکور نے اس مقام پر متعدد غلطیاں کی ہیں۔

اولیہ کہ کرامت کو ولی کا اختیاری فعل کہا ہے حالانکہ کرامت ولی کا اختیاری فعل نہیں
ہوتا۔ دوم۔ یہ کہ کرامت کو علی الاطلاق مافوق الاسباب تصرف کہا حالانکہ دیگر متکلمین عموماً اور
علماء اخلاف مخصوصاً معجزات اور کرامات کو مطلقاً مافوق الاسباب اور تسلیم نہیں کرتے حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب وغیرہ کی عبارتیں عرض کی جا چکی ہیں وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔ سوم۔ یہ کہ وہ
انا انتیک بہ کے جملہ کا مطلب نہیں سمجھے یا خیانت سے کام لیا ہے حافظ ابن کثیر اور امام
سیوطی کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے کہ اسناد صرف مجازی ہے اور پہلے باحوالہ بیعت
گذر چکی ہے کہ معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ ان کے کسب اور اختیار
کا اس میں کچھ اثر ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث و طہوی وغیرہ کی عبارتیں وہاں ہی
ملاحظہ کر لیں اور چہ تمام یہ کہ مولف مذکور یہ لکھتا ہے کہ مقبولان خدا کو غائبانہ حاجات میں
متصرف سمجھنا عین ایمان کا تقاضا ہے نہ شرک و کفر۔ نہ معلوم یہ کس آیت کا ترجمہ انہوں نے
کیا ہے؟ اور یہ دعویٰ کس آیت سے ثابت ہے؟ اور حضرت سلیمان علیہ السلام یا کسی اور
نے اس موقع پر کس مقبول خدا کو غائبانہ حاجات میں تصرف سمجھا ہے؟ اس آیت یا قرآن کریم
کی کسی اور آیت سے اس ناپاک عقیدہ کے اثبات پر ہلکا سا اشارہ بھی تو موجود نہیں ہے۔
ہمت ہے تو پیش کیجئے۔ اگر مولف مذکور کے ذہن میں کوئی مصنوعی آیت موجود ہو تو
اسلام اس کا ذمہ دار نہیں ہے اس کو مولف مذکور ہی جانیں کہ انہوں نے عالم خواب میں کیا
کہا ہے؟ ہماری بلا سے۔ ع

میں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

مولف نور ہدایت تو یہ لکھتے ہیں کہ مقبولان خدا کو غائبانہ حاجات میں متصرف سمجھنا عین
ایمان کا تقاضا ہے نہ شرک و کفر مگر قرآن کریم صحیح احادیث اور تمام اہل اسلام اس کو شرک

اور کفر کہتے ہیں کہ غائبانہ اور مردوں سے حاجات طلب کی جائیں۔ مگر تحقیق کے لیے رقم القوت کی کتاب گلدستہ توحید اور دل کا سرور ملاحظہ کریں۔ اُن حوالجات سے مستزاد صرف تین حوالے ہم یہاں پیش فرما دیتے ہیں، وہ ملاحظہ کریں۔

الحکم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

واعلم ان طلب الحوائج من الموتیٰ ماننا چاہیے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے عالمًا بانہ سبب لا تجاھل کفر حاجتیں طلب کرنا کہ وہ حاجات کے پورا ہونے یجب الاحتراز عنہ تعددہ کا محض سبب ہیں خالص کفر ہے اس سے احتراز هذه الكلمة والناس اليوم کرنا واجب ہے اور اس کو یہ کلمہ (شہادت) فیہا منہم حکمون۔ حلیم قرار دیتا ہے اور اس زمانہ میں (بحضرت) (الخیر الکثیر ص ۵۸) لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب مردوں سے حاجات طلب کرنے کو اور وہ بھی محض ان کو سبب سمجھ کر کفر قرار دیتے ہیں۔ مگر مولف نور ہدایت خیر سے اس کو عین ایمان کا تقاضا سمجھ رہے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ نہ شرک ہے نہ کفر۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے نزدیک آخر کفر و شرک کس بلا کا نام ہے؟ حضرت حکیم الامت کے نزدیک تو اصل شرک ہی یہ ہے۔ ملاحظہ ہو حجۃ الابلغ باب حقیقۃ الشوک اور بدور باز عد وغیرہ گلدستہ توحید اور دل کا سرور میں ہم نے ان کی بعض عبارتیں نقل کر دی ہیں، وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔ باقی کسی کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ اور علماء صاحب قلم سے یہ کتنا کہ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں یہ بات سماع الموتی پر وقت، قائلین سماع اس کو جائز کہتے ہیں اور منکرین ناجائز کہتے ہیں۔

۲۔ شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مہموی المتوفی ۱۲۳۹ھ کفر شرکیہ اور باطل عقائد کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

وانبیاء و مرسلین علیہم السلام لا لزام انبیاء اور مرسلین کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے الوہیت از علم غیب و شنیدان فسر یا و لزام الوہیت ثابت کرنا مثلاً علم غیب اور ہر ایک

ہر کس وہم جاو قدرت بر جمیع مقدرات کی اور ہم جگہ فریاد سننا اور تمام مقدرات پر قدرت ثابت کنند۔ (تفسیر عزیزی پارہ اول صفحہ ۵۲) ثابت کرنا (وغیرہ وغیرہ)

اور یہی وہ عقائد ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے نزدیک باطل ہیں لیکن مولف نور ہدایت کے نزدیک (جو بقول خود شاہ صاحب ہیں) نہ کفر ہیں اور نہ شرک بلکہ یہ عین ایمان کا تقاضا ہے۔ ع۔ یہ بین تفاوت راہ از کجا است تا بجی۔

۳۔ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی الحنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں کہ۔

طلب مراد من غیر اللہ۔ مسئلہ۔ اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے اولیا معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ پس پیدا کرنے نابود کرنے، رزق پہنچانے، اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی نسبت ان سے مرد طلب کرنا کفر ہے۔ بلفظہ۔ (ارشاد الطالبین ص ۸)

غور فرمائیے کہ کیا اصولی طور پر کوئی ایسی حاجت باقی رہ جاتی ہے جو اس عبارت میں بیان نہ ہو چکی ہو؟ مولف نور ہدایت کو آنکھیں کھول کر یہ عبارت پڑھنی چاہیے کہ مقبولان خدا سے حاجات طلب کرنا عین ایمان کا تقاضا ہے؟ یا کفر ہے؟

یہ حضرت قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ مسئلہ۔ وہ جو بعض جاہل لوگ کہتے ہیں۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ یا گوئیں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیخ اللہ یہ جائز نہیں بلکہ شرک اور کفر ہے (ارشاد الطالبین صفحہ ۲۱) مولف نور ہدایت تو خیر سے دوسروں کو کہتے ہوئے اُن پر تیر و نشر چلاتے تھے مگر یہ علمی اور تحقیقی نشر و افغانہ صورت میں ان کے قلب باؤف ہی کو زخمی کر گیا ہے۔ کیا خوب؟

چلی بھتی بر بھی کس پر کسی کے آن لگی

صد افسوس ہے کہ فریق مخالفت کے بعض غالی مولوی صاحبان مع اپنے حواریوں کے بڑے ناز و خرسے اور بڑی لے سے بزعیم خویش اہل حق کو سنا کر اور چڑا چڑا کر بلند

بلند آواز سے منے لے لے کر بار بار یہ شریکۂ اشعار پڑھتے بہتے ہیں۔
 املو کُن املو کُن از رنج و غم آزاد کُن در دین و دنیا شاد کُن یا شیخ عبدالقدوس
 اور کبھی از رنج و غم کی جگہ از بند و غم آزاد کُن پڑھتے ہیں اور کبھی حضرت شیخ صاحبؒ
 کو ہر مشکل میں دستگیر کہہ کر پکارتے اور اس عنوان سے ان سے استعاذ کرتے ہیں الغرض اس
 کفر اور شرک کو اپنے لیے بھی تریاق سمجھتے ہیں اور عوام الناس کا بھی ایمان برباد کرتے ہیں
 اللہ تعالیٰ شرک و بدعت کی ہر قسم اور ہر نوع سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

باب سوم

اس باب میں ہم صرف چند صحیح احادیث بطور نمونہ محض اپنے اس دعوے کو مبرہن کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں کہ معجزات اور کرامات تو بلا شک حق ہیں اور ان کا انکار نرا زندقہ اور الحاد ہے، مگر ان کے صادر کرنے میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کوئی اثر اور دخل نہیں ہوتا اور بسا اوقات ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ ہمارے ہاتھ پر کبھی عجیب و غریب اور نرالی چیز کا صدف ہو گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کی تصدیق و تحریم کے لیے کوئی خارق عادت چیز ان کے ہاتھ پر ظاہر کر دیتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل عموماً بلا کسی پردہ کے غسل کیا کرتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب غسل کرنا ہوتا تو اچھی طرح تسبیح کا انتظام کر کے باپردہ ہو کر غسل کیا کرتے تھے لوگوں کے اس عمومی رواج کے خلاف یہ ایک الگ ہی کاروائی تھی۔ اس لیے بنی اسرائیل کو یہ ہم باطل پیدا ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی خاص مردانہ بیماری ہے (مثلاً یہ کہ فوطے اور خیمتیں بڑے ہیں یا کوئی اور عیب) چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا کہ وہ تمام باطنی و روحانی عیوب اور نقائص سے پاک و صاف ہوتے ہیں اسی طرح وہ ظاہری اور جسمانی عیوب اور نقائص سے بھی مبرا اور منزہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منزہ کیا

۱۔ امام نووی کہتے ہیں کہ وفی کثیر من الاوقات یقع ذلک اتفاقاً من غیر ان یتعمد لہ (شرح مسلم ج ۲)
 یعنی کرامت لیا اوقات بغیر کسی مطالبہ اور بغیر شعور کے بھی واقع ہو جاتی ہے۔

حضرت امام نووی علامہ قاضی عیاض وغیرہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خلق وخلق میں ہر قسم کے نقصان و عیوب سے منزه ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جن غیر معتبر اہل تاریخ نے بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو نقصان منسوب کئے ہیں ان سے قابل التفات ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کے عیب و نقص سے جوڑنے کی نگاہوں اور قلوب میں باعث تنفر ہو مبرا اور منزه رکھا ہے۔ شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۷

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے اور خود غسل کر کے میں مشغول ہو گئے۔

ففرد الحجر بشوبہ فجمع موسیٰ فی نووہ پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے اشرہ یقول ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر کہ بھاگ نکلا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے حتی نظرت بنو اسرائیل الی موسیٰ پیچھے بے تحاشا دوڑے چلے گئے اور یہ فرماتے گئے وقالوا واللہ ما بموسیٰ من بأس لے پتھر میرے کپڑے سے جالے پتھر میرے کپڑے واخذ ثوبہ وطلق بالحجر ضریا سے جا یہاں تک کہ وہ پتھر بنی اسرائیل کے مجمع کے قال ابوہریرۃ واللہ انہ لندب پاس جاٹکا انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے بخدا حضرت بالمجرستۃ اوسبۃ ضریا بالمجر موسیٰ میں تو کوئی عیب نہیں حضرت موسیٰ نے کپڑے لیے (بخاری جلد ۱ ص ۲۸۳) اور پس کہ پتھر کو مارنا شروع کیا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں بخدا پتھر میں اُن کے مارنے کی وجہ چھپاتا (مسلم جلد ۲ ص ۲۶۷)

نشان پڑے ہوئے ہیں۔

پتھر کا کپڑے لے کر بھاگنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور اسی طرح پتھر پر ان کے مارنے سے نشانہ کا پڑ جانا بھی ان کا معجزہ تھا پتھر پر عصب کا مارنا تو ان کا کام تھا مگر اس پر نشانہ کا ڈال دینا خدا تعالیٰ کا کام تھا، لیکن آپ نے دیکھا کہ یہ ان کا عجیب معجزہ ہے کہ ان کی ایک نہیں سنتا اور ان کے کپڑے لے کر بے تحاشا بھاگا جا رہا ہے، اور وہ اس کے پیچھے اپنے کپڑے لینے کے لیے بھاگتے بھی ہیں اور ثوبی یا

حجر ثوبی یا حجر کے نعرے بھی لگاتے جاتے ہیں۔ مگر یہ پتھر معجزہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول و فعل کی پروا کئے بغیر سطح ارضی پر دوڑ رہا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اتنا طیش اور غصہ آتا ہے کہ وہ اس پر عصائے موسیٰ سے حملہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ حتیٰ کہ اس کو کپڑے پہننے کے بعد چند جلالی ضربات لگا بھی میتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں نشانات بھی پڑ جاتے ہیں۔ اگر یہ معجزہ حضرت موسیٰ کا اپنا فعل ہوتا اور اس کے صادر کرنے میں ان کا اپنا کسب اور اختیار ہوتا جیسا کہ مولف نور ہدایت نے از روئے جہالت معجزات کے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے تو حضرت موسیٰ کو یہ پریشانی ہرگز لاحق نہ ہوتی اور وہ نہ تو اس کے پیچھے بھاگتے اور نہ ثوبی یا حجر کے نعرے لگانے کے بعد اس پر عصا حملہ کر کے وَلِیْ فِیْہَا مِیْاْرِبُ اُخْرٰی کا ثبوت پیش کرتے۔

مشہور شایع حدیث حضرت امام ابو ذر غفاری بن شرف النوذی الشافعی المتوفی ۵۶۶ھ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ۔

ان فیہ معجزتین ظاہرتین اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو لموسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معجزے واضح ہیں ایک پتھر کا ان کے کپڑے لے کر بنی اسرائیل کے مجمع تک بھاگنا اور دوسرا لحدھا مٹی الحجر بشوبہ الی ملاء لے کر بنی اسرائیل کے مجمع تک بھاگنا اور دوسرا بنی اسرائیل والثانیہ حصول اللہ پتھر پر نشانہ کا پڑ جانا۔

فی الحجر۔ (شرح مسلم ص ۲۶۷)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم اسباب میں علوم الناس کی تسلی عم زبانی دلائل سے نہ ہو سکے تو ان کی تسلی اللہ تعالیٰ در کے طریقہ سے بھی کر دیا کرتا ہے جیسا کہ اس واقعہ میں بنی اسرائیل کی تسلی کوئی گئی تھی۔

رہا اس زمانہ کے بعض نام نہاد روشن خیال اور مغربیت زدہ سائنس کے دلدادہ لوگوں اور ملحدین کا یہ کہنا کہ پتھر کا بھاگنا خلاف عقل ہے۔ تو اس کتاب میں ہمیں اس بحث سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم نے۔ فنو السراج فی تحقیق المعراج یعنی چوڑا کی روشنی میں اس کی

محققین اہل یورپ کے متعدد حوالجات تحقیق عرض کر دی ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے اور غلام احمد صاحب پر ویز وغیرہ منکرین حدیث کے رد میں ہم شوق حدیث کی ترتیب دے رہے ہیں ان کا رد اس میں پیش ہو گا انشاء اللہ العزیز۔ اس کتاب میں تو صرف اس باطل اور سرسری غیر اسلامی نظریہ کی تردید کرنا مقصود ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل اور کسب ہوتا ہے اور کعبہ اللہ یہ حدیث اس کے لیے واضح حجت ہے اور یہ اس دور جمالت میں اہل بصیرت کے لیے ایک عبرت ہے مگر افسوس ہے کہ

ہے نہ اہل بصیرت تو بے خبر و چمکے
فروغ نفس ہوا غفلت کے زوال کے بعد

۲۔ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حوالائے کوچک میں بہتے تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے تین بیٹیاں عطا فرمائی تھیں اور سات ہزار بھیڑیں تین ہزار اونٹ اور پانچ سو چوڑی بیل اور پانچ سو گدھے اور بہت سے دودھ کا کر مرحت فرمائے تھے، دیکھئے، ایوب باب آیت انام، تفسیر حقائق جلد ۵ صفحہ ۱۴۲، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں ان سے اپنی ایک خاص حکمت اور مصلحت کے پیش نظر سلب کر لیں اور کم و بیش پندرہ سال تک وہ جانی اور مالی تکلیف میں مبتلا رہے (دیکھئے مستدرک جلد ۲ ص ۵۸۱) اور ابن جریر کی روایت میں آتا ہے کہ وہ اٹھارہ سال تکلیف میں رہے (دیکھئے بحوالہ ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۹) پھر یکایک اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں جوش میں آئی اور ارشاد ہوا کہ:

أَرْكَضُ بِبِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ لَّيَ الْيُوبُ لَا تَمَارِئُنِي پَانُولُ سَيِّئُكُمْ تَكَلَّا
بَارِدٌ وَشَرَابٌ - (پ ۲۳-ص ۲۴)

چنانچہ انہوں نے زمین پر پاؤں مارا اور اعجازی طور پر ایک چشمہ اُبل پڑا جس سے حضرت ایوب نے پانی پیا اور غسل بھی کیا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکلیف رفع فرما دی اور پہلے سے دُکھنی اولاد (وہی دوبارہ زندگی کر دی گئی جو مکان کے نیچے دُوب کر مر گئی تھی) یا اور دی گئی دونوں قول مفسرین نے ذکر کئے ہیں) بھی مرحمت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی

طرف دو بادل کے ٹھٹھے آئے اور ایک ان کے گندم کے خرمن پر سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔ اور دوسرا ان کے جوئے کے خرمن پر چاندی کی ٹڈیاں برسائیں حتیٰ کہ دونوں خرمن مالا مال ہو گئے۔ (دیکھئے مستدرک جلد ۲ ص ۵۸۳ من دواية النس بن مالك مرفوعا قال الحاكم والذهبي على شرطهما واخرج نحوه ابن جرير بسنده راجع ابن كثير جلد ۴ ص ۵۸۳) اگر پانی کا چشمہ جاری کرنا اور اعجازی طبع پر اپنی بیماری اور تکلیف کو رفع کرنا اور سونے اور چاندی کی ٹڈیاں (جو حضرت ایوب علیہ السلام کے معجزے تھے) برسانا حضرت ایوب علیہ السلام کے بس میں ہوتا تو جب ان کا دل چاہتا اس سے قبل ہی ان کو ظاہر فرماتے اور بارگاہِ خداوندی کی طرف بار بار التجا اور زاری کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ:

وَالْيُوبُ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ ۖ اٰلٰی ۤمَسِّحٰی
الضَّرَّوۤنَۃِ اَۤنۡحَمَّ الرَّاۤحِمِیۡنَ
(پ ۱ - الانبیاء ۶۰)

مگر بالکل عیاں ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا کہ جب چاہیں صادر کر دیں بلکہ جب خداوند تعالیٰ چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر صادر کرتا ہے ہم کو اس مقام پر بخاری وغیرہ کی وہ روایت پیش کرنا منظور ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اور یہ سابق بحث صرف بطور تمہید بیان ہوئی ہے)

بیتا ایوب یغتسل عربا نا فخر علیہ
جرا د من ذهب فجعل ایوب یحتشی
فی ثوبه فتاداه دبه یا ایوب الم اکن
اغنیتک عما تری قال بلی ولكن لا غنی
بی عن بروتک بخاری ص ۵۸۳ و مستدرک ص ۵۸۳
قال الحاكم علی شرط البخاری وقال

الذهبی علی شرطهما

یعنی جب تو دینے پر آیا ہے تو میں اس نعمت غیر مترقبہ کی قدر کیوں نہ کروں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ بڑیاں برسانا حضرت ابوب علیہ السلام کا اپنا فعل اور ان کا کسب و اختیار نہ تھا۔ ورنہ اس عجلت کے ساتھ ان کو بھیٹنے کی یہ ضرورت ہرگز پیش نہ آتی جیسا کہ کسی بھی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کے جب ملک عراق سے ہجرت کر کے شام کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک ظالم اور جابر بادشاہ سے سابقہ پڑا وہ جہاں بھی کسی خوبصورت عورت کو دیکھتا تو اس کے خاوند کو قتل کر دیتا اور اس کی عورت کو اپنی خواہش نفسانی کا شکار بنا لیتا تھا۔ حضرت عارہ علیہا السلام کے جن مجال کا جب اس ظالم نے اپنے ملازموں کے ذریعہ سے ذکر کیا تو حضرت ابراہیم کو طلب کیا ان سے پوچھا بتاؤ یہ بی بی کون ہے؟ فرمایا میری (دینی) بہن ہے۔ جب اس جابر اور ظالم کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص اس کا خاوند نہیں تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کے ارادہ کو ترک کر دیا۔ اور حضرت سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ وہ ظالم تجھ سے یہ سوال کرے گا تو تم اس کے جواب میں کہہ دینا کہ وہ میرا بھائی ہے کیونکہ بچہ تیرے اور میرے بغیر اس سرزمین پر اور کوئی مسلمان نہیں ہے اور اس لحاظ سے تو میری دینی اور مذہب ہی بہن ہے۔ چنانچہ حضرت سارہ کو اس ظالم کے پاس پیش کر دیا گیا۔ اور اس ظالم اور بدعاش نے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرت سارہ نے اٹھ کر وضو کیا، اور نماز میں مشغول ہو کر دست بدعا ہوئیں کہ اے بارگاہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے خاوند کے بغیر کسی کی طرف نظر خاص سے کبھی دیکھا ہی نہیں، اے اللہ تو میری عزت و عصمت کو محفوظ رکھا اور اس کافر سے بچا لے گا۔ اس کافر کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس کافر نے کہا میرے لیے تو اللہ سے دعا کر کہ مجھے اس عذاب سے نجات دے۔ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس کی یہ پریثانی رفع ہوئی۔ مگر اس مردود پر خواہش کا بھٹ سوار تھا اس نے دوبارہ اور ستر بارہ یہی کوشش کی اور یہی ماجرا اس سے پیش آتا رہا۔

بالآخر اس نے حضرت سارہ کو چھوڑ دیا اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام بطور تحفہ اور خدمت ان کو دیدی گئیں۔ جب حضرت سارہ وہاں سے واپس آئیں تو دیکھا کہ

وهو قائم يصلي فاومأبیده مهيباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں
قالت رد الله كيد الكافرين والفاجر في انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ سارہ کیا گزری؟
خبره الحديث (بخاری جلد ۱ ص ۲۹۵) وہ فرماتے لگیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کا مکر
صفاً مطلقاً و مسلم ص ۲۶۶ اس کے سینہ (اور منہ) پر طے مارا ہے۔

حضرت امام نوویؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وفي هذا الحديث محبة ظاهرة لا يراهم صلى الله عليه وسلم کا ظاہر اور روشن معجزہ ہے۔
(شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۶۶)

اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہو جیسا کہ باطل پرستوں نے سمجھا ہے تو حضرت ابراہیم کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ میں تو کافر و فاجر کے پاؤں زمین میں دھنسا دوں گا مجھے کیا ڈر اور خوف ہے؟ اور حضرت سارہ علیہا السلام سے یہ کیوں فرماتے کہ میں اس کو یہ کہہ آیا ہوں کہ وہ میری بہن ہے تو بھی یہی کچھ کہنا اور پھر حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہا السلام دونوں اپنے اپنے مقام پر نماز میں مشغول ہو کر دست بدعا ہیں کہ اے اللہ تو اس کافر کے پیچھے استبداد سے محفوظ رکھ اور حضرت ابراہیم کو اپنی اور حضرت سارہ کی عزت و عصمت کے سلسلہ میں اتنی بے قراری تھی کہ نماز ہی کی حالت میں وہ حضرت سارہ سے ان کی سرگزشت پوچھتے ہیں؟ کہ تم پر کیا گزری؟ اور وہ یہ جواب دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کا مکر و فریب ختم کر دیا اور ہماری عزت و عصمت محفوظ رکھی ہے۔ اگر یہ معجزہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنا کسب فعل ہوتا اور ان کے علم میں ہوتا تو حضرت سارہ علیہا السلام سے یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم پر کیا گزری؟ اس ایک ہی صحیح روایت سے کسی مسئلہ ثابت ہو گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو کارخانہ خداوندی میں متصرف تھے اور نہ حاضر و ناظر اور علم الغیب تھے

اور نہ یہ معجزہ ان کا اپنا فعل تھا اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ضروری نہیں کہ صاحب معجزہ کو اس کے صدور کا وقت صدور علم بھی ہو۔ جیسا کہ یہ حدیث اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ

تیسرے رندوں پر سائے کھل گئے اسلر دیں ساقی

ہو اعلم الیقین، عین الیقین، حق الیقین ساقی

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طویل روایت میں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارض مقدسہ پر حملہ کیا اور شہر کے بالکل قریب پہنچ گئے اور ہفتہ کی رات آپؐ کی مہکتی تارخ میں جہاد وغیرہ جائز نہ تھا اور وقتی مصلحت کا تقاضا (کیونکہ ان کی شریعت میں ہفتہ کی مکمل تاریخ میں جہاد وغیرہ جائز نہ تھا اور وقتی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ جہاد اس وقت بند نہ کیا جائے)

فقال للشمس انك مأمورة وانا مأمور۔ سوائسوں نے سورج کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا
اللهم اجبها عليا فحسب حتى کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی (جہاد کے سلسلہ وغیرہ)
فتح الله عليه الحديث (بخاری جلد ۱) میں آیا ہے کہ سورج کو ہمارے لیے
ص ۲۴۰ و مسلم جلد ۲ ص ۸۵ و مسند احمد روک دے چنانچہ سورج کو حرکت کرنے سے روک دیا
۲ ص ۳۱ و مشکل الثانی جلد ۲ ص ۲۰۰ و مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۵۲) گیا اور وہ علاقہ حضرت یوشع کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ
والنہایۃ ص ۳۱ و مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۵۲) نے فتح کر دیا۔

حضرت امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں نقل کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ۔

فقیل ردت الی ادراجها وقیل یعنی کہا گیا ہے کہ سورج اپنے منازل پر رد کیا گیا تھا اور
وقفت ولم ترد وقیل بطنی جی کہتا یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوٹا یا نہیں گیا تھا بلکہ حرکت سے روک
وکل ذلك من معجزات النبوة دیا گیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی حرکت بہت
آہستہ کر دی گئی تھی۔ کچھ بھی ہو بہ حال یہ واقعہ معجزات
(شرح مسلم ص ۸۵) نبوت میں سے تھا۔

اگر یہ معجزہ حضرت یوشع علیہ السلام کا اپنا ذاتی فعل اور ان کا کسب ہوتا تو اللہ

اجبها علیا کہ لے اللہ اس کو ہم پر تو روک دے اور سلم کی روایت میں یہ ہے اللہ
اجبها علیا شئنا کہ لے اللہ تو اس سورج کو مجھ پر غوطہ مارا روک دے) کہنے کی مطلقاً ضرورت
پیش نہ آتی مگر معاملہ اس سے بالکل الگ اور مجاہد ہے۔ قارئین کرام! حضرات انبیاء سابقین
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعدد معجزات کتب حدیث میں مذکور ہیں جن سے یہ بات بخوبی واضح
ہو جاتی ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اب ہم آپ کی
خدمت میں جناب ام الانبیاء خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ
علیہ وسلم کے چند ایسے معجزات باحوالہ کتب عرض کرتے ہیں جن سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ
معجزہ خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور ان کے صادر کرنے میں نبی
کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اسلام اور مدینہ کے سفر سے واپس تشریف لائے
اور اس کی اطلاع ہر خاص و عام کو ہوئی تو مشرکین نے کہنے کی کوشش کی کہ آپؐ بیت المقدس کی چہند
علامتیں دریافت کریں۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھیں اور نہ میں ان کو گننے کے
لیے گیا تھا اور نہ میرے اس سفر کی غرض دعا و غایت ہی یہ تھی۔

فکربت کربۃ ما کربت مثله آپؐ نے فرمایا کہ میں اس موقع پر اتنا پریشان ہوا کہ
قط قال فرفعه الله لی فانظر الیه کہ اتنا پریشان کہیں نہیں ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس
ما یسألونی عن شئی الا انبا انتموہ کہ اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا۔ مجھ سے وہ کچھ بھی
پوچھتے جلتے تھے میں دیکھ کر بتلاتا تھا۔

روسم ص ۱۱۹ و ابو عوانہ ص ۱۱۱)

اور بخاری شریف میں یوں آتا ہے کہ۔

لما کذبنی قریش قمت فی الحج فجلی لہما کذبنی قریش قمت فی الحج فجلی
الله لی بیت المقدس فطفقت اخبرہم اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرہم
عن آیاتہ وانا انظر الیہ

(بخاری ص ۶۸ و مشکوٰۃ ص ۵۴) کرتے جلتے تھے اٹھ کر دیکھ کر بتلاتا تھا۔

بیت المقدس کا اس وقت آپ کے سامنے حقیقی یا مثالی طور پر پیش کیا جانا آپ کا واضح ترین معجزہ تھا۔ اگر یہ آپ کا اپنا فعل ہوتا اور اس میں آپ کے اپنے کسب اختیار کا کچھ دخل ہوتا تو آپ کو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پریشانی بھی معمولی نہیں بلکہ ایسی کھلی اور عیاں پریشانی کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی اور اتنی پریشانی مجھے کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ اس سے بالکل یہ معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا اختیاری فعل نہیں ہوتا، اور نہ ان کے اختیار کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس کو صادر کر دیتا ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے معجزات میں اس کو بھی لکھتے ہیں کہ۔

والشقاق المقدس والاختبار عن چاند کا دو ٹوٹے ہونا اور بیت المقدس

البلیت المقدس الخ (شرح میزان العقائد ص ۱۳۲) کے حالات بتانا وغیرہ۔

۲۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مجھ کو مکہ
الی لا عرف حجرا بمكة مكان يسلم میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مجھ پر بعثت
عليّ قبل ان ابعث الى لا عرفه الا ان (مسلم ص ۲۴۵) سے قبل سلام کیا کرتا تھا

حضرت امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ

فيه معجزة له صلى الله عليه وسلم اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

(شرح مسلم ص ۲۴۵)

نور ہدایت والے کے نزدیک معجزہ کے اختیاری اور کسی ہونے کا سوال تو بعثت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے قبل از نبوت معجزہ کا کیا مطلب؟ اور اس حدیث کے کسی طریق میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ نے اس پتھر کو یہ فرمایا ہو کہ تو مجھ پر سلام کہہ۔ اور نہ بظاہر آپ ایسا فرما سکتے تھے بجز اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا اس لیے اس نے اس کا اظہار فرما دیا، اور ترمذی میں روایت اس طرح آتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ۔

ان بمكة حجرا كان يسلم على ليالي مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں اب بھی
بعثت الى لا عرفه الا ان۔ هذا حديث پہچانتا ہوں وہ ان دنوں جب کہ مجھے بعثت سے
حسن غریب (ترمذی ص ۲۴۵) سرفراز کیا گیا سلام کیا کرتا تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ پتھر کا سلام کہنا بعثت کے ابتدائی ایام میں تھا۔ اس روایت کے پیش نظر پہلی روایت کا یہ مطلب لینا چاہیے کہ اگرچہ نبوت اور رسالت آپ کو مل چکی تھی۔ لیکن بعثت کے بالکل ابتدائی ایام تھے، اس لیے بعثت کی تشہیر اور اس کا علم عام لوگوں کو نہیں ہو سکا تھا اور اس فعل کے آپ کے ہاتھ مبارک پر ظاہر ہونے کو معجزہ کہنا بھی اس توجہ کا مؤید ہے۔ ورنہ قبل از نبوت مقام ولایت میں کرامت زیادہ مناسب یا انہماک کچھ نہ ہوتا۔

حضرت علی بن ابی طالب المتوفی ۴۰ھ کی روایت میں اس طرح آتا ہے کہ۔

كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ہم
وسلم فخر جنانا في بعض نواحيها مکہ مکرمہ کے بعض اطراف میں نکلے کوئی پہاڑ اور
فما استقبله جبل ولا شجر الا وهو کوئی درخت ایسا نہ تھا جو آپ کو دیکھ کر یہ نہ کہتا
يقول السلام عليك يا رسول الله هذا ہو کہ السلام عليك يا رسول الله۔

حديث حسن غریب (ترمذی ص ۲۴۵)

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا ہی ہر پہاڑ اور درخت کو یہ فرمایا ہو گا کہ تم مجھ پر سلام کہو اور نہ کسی حدیث میں اس کا کہیں ذکر ہے اور اگر بالفرض آپ نے یہ کہا بھی ہو تب یہ بات اسی کتاب میں با دلائل عرض کو دی گئی ہے کہ معجزہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ آپ کے ارشاد کے باوجود بھی معجزہ آپ کا فعل نہیں ہو سکتا۔ بہر حال وہ خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہو گا۔ اگرچہ بعض بعض احادیث میں اس کا ذکر آتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر لوگوں کو جو جائے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ لوگوں نے کہا ہاں، اس کے بعد آپ کے ہاتھ پر وہ چیز صادر ہو گئی۔ یا کہیں اس کا ذکر آتا ہے کہ آپ نے کھجور کے گچھے کو اٹھا۔ یہ کیا تو وہ آپ کے پاس آگیا پھر وہ واپس اپنے مقام پر چلا گیا (ترمذی ص ۲۴۵) اسی طرح یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے

دور بخون کو کچھ اشارہ کیا تو وہ آپ کے پاس آگئے پھر اشارہ کیا تو وہ واپس چلے گئے (مصلوٰۃ ص ۴۴) مشکوٰۃ ص ۵۳۳) یہ اور اس قسم کے تمام واقعات حق اور ثابت ہیں ان کا انکار نری بے دینی اور جہالت ہے مگر ایک منصف مزاج اور منیب کو جو حندی اور ہٹ دھرم نہ ہو یہ جاننے کے بعد کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی میں اس کے صادر کرنے کی طاقت نہیں ہوتی وہ تو صرف اس کے ظہور کا ایک محل اور مظہر ہوتا ہے۔ کوئی اشکال اور الجھن پیش نہیں آتی

۳ حضرت انس بن مالک المتوفی ۹۳ھ فرماتے ہیں کہ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کے ساتھ خطب الی لزی جنوع واتخذ والہ ٹیک کا کچھ خطاب فرمایا کرتے تھے لوگوں نے منبرا فخطب علیہ فحنّ الجذع حین آپ کے لیے ایک منبر بنایا آپ نے اس پر خطبہ الناقة فنزل النبی صلی اللہ علیہ دینا شروع کیا تو کچھ کا وہ خشک تناسل طرح بلبلیا وسلم فمسک فسدک ہذا حدیث جیسا کہ اوٹھی بلبلائی ہوا اور بعض روایتوں میں آتے ہیں کہ جیسا چھوٹا بچہ ڈھکے سے لے کر بلبلا رہا ہو حسن صحیح غریب۔

(ترمذی ص ۲۰۳)

آپ منبر سے اترے اور اس کو تھپی دی تو وہ غرض ہو گیا

اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اس جذع کا رونا اور بلبلا نا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ مگر اس فعل میں آپ کا کوئی دخل نہ تھا۔ جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

امام علامہ ابو منصور عبد القادر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں کہ ہم مستفیض اور متواتر احادیث کے پیش نظر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد معجزات کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہونا، سنگریزوں کا آپ کے ہاتھ میں بیج پڑنا وحنین الجذع لہذا فارقه اور اسی طرح خشک تن کا رونا اور بلبلا نا جب کہ آپ نے اس کو ترک کر دیا تھا، اور تھوڑے طعام کا بہت سے لوگوں کے لیے کافی ہو جانا وغیرہ وغیرہ من معجزاته (کتاب الفرق فی الفرق طبع مصر ۱۳۱۳) یہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً پندرہ سو صحابہ کرامؓ کی مختصر سی مگر ایمان الیقان میں پہاڑ سے زیادہ مضبوط جماعت کے ساتھ جب کبھی کسی خیر فرج کیا تو زینب نامی ایک یہودی عورت نے بحیرہ کے بازو کے گوشت میں زہر ڈال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گوشت کھلایا ایک اور لقمہ آپ نے بھی اس سے کھالیا اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے بھی وہ گوشت کھالیا۔ یہاں تک کہ حضرت بشر بن برادر بن معرور اسی زہر خورانی کی وجہ سے وفات پا گئے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود المتوفی ۳۲ھ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے۔

وتوفی اصحابہ الدین اکلوا من الشاة آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ جنہوں نے (ابوداؤد ص ۲۴۳) متذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم (۵۳۳ھ والفظا) اس بحیرہ کا زہر آلود گوشت کھالیا تھا تو انی وفات ہو گئی

ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں وتوفی بعض اصحابہ الحدیث اور مشکوٰۃ کی روایت میں وتوفی اصحابہ سے اس سے معلوم ہوا کہ متعدد صحابہ کرامؓ اس زہر کی وجہ سے وفات پا گئے تھے چند لقمے کھانے کے بعد آپ نے ان صحابہ کرامؓ کو جن میں سے بعض زہر کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے کھانے منع کر دیا مگر جتنا پیلے کھا چکے تھے اس کا نتیجہ بھی اچھا نہ نکلا اس کے بعد آپ کو بھی تکلیف رہی جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے اور بعض یا متعہ صحابہ کرامؓ شہید بھی ہو گئے جب اس یہودی عورت نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ۔

قالت من اخبرک قال اخبرتنی آپ کو کس نے بتایا کہ اس گوشت میں زہر ہے؟ تو آنحضرت ہذہ فی یدی للذراع الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو میرے ہاتھ میں بحیرہ (ابوداؤد و دارمی و مشکوٰۃ وغیرہا) کا (زہر آلود) بازو ہے اس نے مجھے یہ بتایا ہے۔

گوشت کے ٹکڑے کا یہ بتانا کہ مجھ میں زہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے مگر آپ کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا اور نہ اس میں کوئی کسب و اختیار تھا کیونکہ اگر آپ کو نہ علم ہوتا اور گوشت ٹکڑے کو بھانا آپ کا فعل ہوتا تو یقیناً آپ اس کو خیف (زہر) کو نہ کھا جاتے اس حجت کے ساتھ منع بھی کیا ہے جیسا کہ صحیح روایات اس پر دال ہیں اور آپ صحابہ کرامؓ کو بھی ہرگز وہ نہ کھلے دیتے۔ کیا آپ نے عمداً اور قصداً بعض یا متعہ صحابہ کرامؓ کو زہر کھلا کر شہید کر دیا العیاذ باللہ۔

اگر معجزہ آپ کا اپنا فعل ہوتا تو ایک لمحہ بھی اٹھانے اور کھانے کی نوبت ہرگز نہ آتی۔ کیوں کر آپ پہلے ہی اٹھے بلکہ بعض بابت غیبی باتیں ضائع نہ ہوتے دیتے، اور نہ خود تناول فرماتے۔ حضرت ابن مسعودؓ ہی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ۔

وَلَقَدْ كُنَّا نَمْنَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ بِلَا شَكِّ هُمْ كَخَالِيٍّ سَبَّحَ سَاكِنَاتِ تَحْتِ مَلَايِكَةٍ وَهُوَ يُوْكُلُ وَجَارِي ۵۵۹ وَشَوْكَاة ۵۶۰ وَنَزَلُ وَه كَخَالِيٍّ جَارِيٍّ هُوَ تَخَا -

حضرت ابن مسعودؓ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جس رات جنوں کے ایک وفد نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تو سوال یہ ہوا کہ حضورؐ کو یہ کس نے بتایا کہ جنوں نے قرآن سنا ہے تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

أَذْنَتُ بِهِمْ شَجَرَةٌ (مشکوٰۃ جلد ۲۴۴) کہ ایک درخت نے حضورؐ کو جنات کے بائیں میں خبر دی تھی۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کہیں ایک بیل کو ہٹا کر لے جا رہا تھا جب وہ شخص تھک گیا تو وہ بیل بولا ہمیں اس لیے تو نہیں پید کیا گیا کہ ہم پر سوازی کی جائے۔ ہماری خلقت کی غرض و غایت تو کھیتی باڑی وغیرہ ہے، لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل بول رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا بھی اس پر ایمان ہے، اور ابوہریرہؓ نے کبھی اس پر ایمان ہے کہ جب قادی مطلق بیل کو قوت گویائی عطا کرے تو وہ بول سکتا ہے اسی طرح حدیث میں بھی بیل کے بولنے اور لوگوں کے اس پر تعجب کرنے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ میرا اور ابوہریرہؓ کا اس پر ایمان ہے صراحت ذکر ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات اس موقع پر موجود نہ تھے (مگر چونکہ ان دونوں کا مزاج مزاج نبوتؐ کا پوتا تھا اس لیے آپ نے ان کے کامل اور مکمل ایمان پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا اور ابوہریرہؓ کا اس پر ایمان ہے (مشکوٰۃ ص ۵۵۹ وقال متفق علیہ)

یہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بین معجزہ ہے مگر نہ تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے بیل اور بھی طریقے کو بلوایا اور نہ یہ کہ آپ کا فعل تھا بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل تھا جو آپ کی تصدیق کے لیے ظاہر کیا گیا تھا۔ حضرات ہمارا مقصد تمام دلائل اور معجزات کی احادیث کا استنباط نہیں ہے۔ ہم نے تو بطور نمونہ صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ اور بخدا تعالیٰ یہ بالکل ثابت ہو گیا۔ صرف ایک واقعہ اور عرض کرتے ہیں۔ دیکھئے جنگ کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں اور تین دفعہ فرمایا شاہت الوجہ (کہ کافروں کے چہرے قبیح و ملعون ہو جائیں) خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ اور ہرے مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ باآخر بہت سے کافر کھیت ہے۔ اس موقع پر ارشاد ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اور اپنے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ اللہ رَحِمَہ (پ ۹۔ الانفال ۲) پھینکی تھی۔ لیکن اللہ نے پھینکی۔

اگرچہ ظاہری طور پر یہ مٹھی خاک اور کنکریوں کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھی مگر کسی بشر کا یہ فعل عبادتاً نہیں ہو سکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں ڈیر و زور دیک آگے اور پیچھے ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی مزیت کا سبب بن جائیں اور تقیہ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مگر یہ فعل صرف خدا تعالیٰ کا تھا اور اسی لیے جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بس اور اختیار میں نہ تھی اور جس میں آپ کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہ تھا اس کی صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نفی فرمادی ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللہ رَحِمَہ

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ۔

اے ہوا الٰہی بلغ ذلک الیہم یعنی وہ تو صرف اللہ ہی کی ذات تھی جس نے یہ ریزے ان کافروں تک پہنچائے اور ان کی وجہ و کبتہم بہالانت (ابن کثیر جلد ۲۹۵)

ان کو ذلیل کر دیا یہ چیز آپ کے اختیار میں نہ تھی۔ اس آیت سے جن جاہلوں اور نادانوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خدا ثابت کرنے کی ہمت تو دل چاہش کی ہے ان کو اس آیت کا ابتدائی حصہ پڑھ کر صحابہ کرامؓ کو بھی خدا تسلیم کر لینا پابیت کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ۔
فَلَنْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ۔
سو تم نے ان کافروں کو نہیں مارا۔ لیکن اللہ نے قتلہم۔
ان کو مارا۔

حالانکہ بظاہر ان متکبر اور سرکش کافروں کو صحابہ کرامؓ ہی نے قتل کیا تھا۔
مگر مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں تم بے سرو سامان اور قبیل التعلد تھے تم میں اتنی قوت کہاں تھی کہ تم سے محض اپنے زور بازو سے کافروں کے ایسے ایسے منڈائے جاتے یہ تو خدا کی قدرت کا بیتن کرشمہ تھا کہ اس نے ان صناید قریش کو موت کے گھاٹ اتارا اور فی النار السقر کر دیا اور ان کی فانی زندگی کی تعبیر سامنے آگئی۔

ظلمت شب ہی نہیں صبح کی تنویر بھی ہے
زندگی خواب بھی ہے خواب کی تعبیر بھی ہے

جس طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات حق ہیں مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ان کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا اسی طرح اولیاء کرامؓ کے کرامات بھی حق ہیں لیکن ان کے صادر کرنے میں بھی اولیاء عظامؓ کا کوئی کسب و اختیار نہیں ہوتا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر کوئی کرامت صادر کر دیتا ہے بسا اوقات، ان کو علم اور شعور تک بھی نہیں ہوتا کہ یہ چیز بھی ہمارے ہاتھ پر صادر ہوگی یا ہو سکتی ہے۔ اس کی چند مثالیں ہم احادیث سے عرض کرتے ہیں بنظر انصاف ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ المتوفی ۵۳ھ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ بڑے مفلوک الحال تھے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہے وہ پانچویں یا چھٹے کو ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ تین کو اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ ان تین آدمیوں

کو گھر چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے (بظاہر اپنے مٹو کیا ہوگا) اور شام کا کھانا وہیں کھا لیا۔ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے اور اپنے گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی (حضرت ام رومان جن کا نام نہ نیت بنت عامر بن عویمر تھا المتوفیٰ فی خلافت عثمانؓ بنی فراس بن سلم بن مالک بن نصر بن کنانہ کے خاندان سے تھیں) اور حضرت عائشہؓ کی حقیقی والدہ تھیں) نے کہا آپ لٹک کہاں تھے؟ ہمان آپ کی انتظار میں ہیں؟ فرمایا تم نے ان کو ابھی تک کھانا نہیں کھلایا؟ وہ بولیں آپ کے بغیر ہمان کھانا کھانے پر آمادہ ہی نہ تھے حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آیا اور فرمانے لگے بخدا میں یہ کھانا نہیں کھائے گا۔ ان کی اہلیہ کو بھی پیش آیا تو وہ بولیں بخدا میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ ہمان بولے کہ ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس فعل سے پچھتا کر فرمایا یہ قسم اٹھانے کا تو شیطانی کام ہے صادر ہو گیا۔ لاؤ کھانا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور ان مہمانوں نے بھی کھایا (بعد کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا) اس کے بعد حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فَجَعَلُوا دَبْرَ فَعَوْنَ لَقَمَةً اَلرَّبِّتِ
من اسفلھا اکثر منھا فقال لامراتھ
یا اخت بنی فراس ما هذا قالت
وقد عینی انھا الان لا کثر منھا
قبل ذلک بثلاث مملد الحدیث
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۵ وقال متفق علیہ)
جس وقت انہوں نے وہ طعام کھانا شروع کیا
تو جب وہ ایک لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے
اور زیادہ ظاہر ہو جاتا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا
قبیلہ بنی فراس کی بہن یہ کیا ہے؟ وہ بولیں
میری آنکھوں کی ٹھنڈک یہ تو پہلے سے تین گنا
زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اس کھانے کا بڑھ جانا حضرت ابوبکرؓ کی کرامت تھی۔ چنانچہ صاحب مشکوٰۃ وغیرہ نے یہ روایت باب الحکامات میں پیش کی ہے۔ مگر کرامت ایسی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو علم تک نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور جیسی تو وہ اپنی اہلیہ محترمہ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ کیا ہے اور وہ جواب دیتی ہیں کہ یہ کھانا پہلے سے تین گنا ہو گیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
معلوم ہوا کہ کرامت ولی کے ہاتھ پر تو صادر ہوتی ہے مگر اس کے اختیار اور کسب

کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوا اور نہ کرامت اس کا فعل ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ حضرت انس بن حنظلہ المتوفی ۳۰ھ اور حضرت عبا بن بشر (المتوفی شہیداً یوم البیامۃ ۱۲ھ) اپنے کسی خاص کلام کی وجہ سے ایک تاریک سیاہ رات میں بہت دیر تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بائیں کرتے پہنے جب واپس گھروں کو جانے لگے۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی لالٹیاں تھیں، ایک بیک ایک کی لالٹی روشن ہو گئی، اس کی روشنی میں وہ چلتے رہے جہاں سے انہوں نے الگ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جانا تھا وہاں سے دوسرے کی لالٹی بھی روشن ہو گئی حتیٰ کہ دونوں اپنے گھروں تک پہنچ گئے (بخاری ۵۳۴ و مشکوٰۃ ۵۴۴) یہ ان دونوں کی کرامت ہے مگر شاید کہ اس کے ظہور سے پہلے ان کے وہم میں بھی یہ بات نہ ہو کہ ہماری چھڑیاں اور لالٹیاں اس طرح متور اور روشن ہو جائیں گی، اور ہم اس طریقہ سے اپنے اپنے گھر تک پہنچ جائیں گے جب نظر بظاہر علم نہیں تو کسب اختیار کہاں سے حاصل ہو گا؟ اس سے ملتی جلتی ایک روایت حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۲ھ کے حالات میں بھی صحیح سند سے مروی ہے (مسند احمد جلد ۵ ص ۶۵ و خزائن الاسرار ص ۵۵)

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۰ھ ملک روم میں اپنے اسلامی لشکر سے کٹ گئے اور پھر راستہ بھول گئے اپنے لشکر کو تلاش ہی کرتے تھے کہ اچانک ایک بربر شیر خوار ہوا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور راستہ بھول گیا ہوں شیر اپنی دم بلاتا ہوا ان کے قریب آیا، اور ان کو لے کر محفوظ طریقہ پر لشکر اسلامی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں راستہ میں کوئی آواز آتی اور خطرہ محسوس ہوتا تو شیر سینہ مان کر سفینہ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتا۔ حتیٰ کہ ان کو لشکر میں جا بلایا اور خود شیر واپس ہو گیا۔ (رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ ۵۴۵ والحاکم فی المستدرک ص ۶۶) وقال الحاکم والذہبی علی شرط مسلم) اور مستدرک کی روایت میں یوں آتا ہے۔

فاقبل الیّ بیدنی فقلت یا ابا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ شیر میری طرف

الحادث انما مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متوجہ ہوا تو میں نے کہا کہ شیر میں تو علیہ وسلم فطاطا راسہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں الحديث - ص ۶۶) شیر نے فوراً سر جھکا لیا۔

یہ حدیث محدثین کریم نے باب الکرامات میں ذکر کی ہے (دیکھئے مشکوٰۃ وغیرہ) مگر ظاہر ہے کہ جنگلی اور بربر شیر کا یوں سر جھکا کر تابع ہو جانا اور پھر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی بڑی حفاظت کرتے ہوئے ان کو اسلامی لشکر میں جا پہنچانا اس میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا کوئی دخل نہ تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا خاص فضل تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے لیے ظاہر فرمایا۔

ملاحظہ کیجئے ایک وہ وقت تھا کہ جنگل کے شیر بھی مسلمانوں کی خدمت بجالاتے تھے کیونکہ وہ مسلمان خدا تعالیٰ کے سامنے جھکنے کو اپنا دین اور ایمان اور مقصد زندگی سمجھتے تھے۔ مگر آج جب مسلمان غیر کے سامنے جھک گیا ہے تو انسان بھی اس کے سامنے جھکنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلعہ در کی یہ بات

جب مجھ کا تو غیبر کے آگے نہ تن تیرا زین

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المتوفی ۴۳ھ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے کسی امت کے تین آدمیوں کا ذکر فرمایا جس کا نہایت اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص والدین کا بہت ہی زیادہ فرمانبردار تھا حتیٰ کہ اپنی صلیبی معصوم اولاد پر بھی والدین کو ترجیح دیتا تھا۔ دوسرا اپنی چچا زاد بہن پر عاشق ہی نہیں بلکہ زافر بیفتہ تھا چنانچہ اس نے اس لڑکی کے اشارے سے تنہا شرفی کہیں سے مہیا کی اور دل کے ارمان نکالنے کے لیے اس عورت سے بغل گیر ہونے لگا کہ اس عورت نے کہا خدا کا خوف کرو اور میری عصمت درمی مت کرو، اس شخص پر خوف طاری ہوا تو وہ اپنے اس فعل بد سے بالکل باز آ گیا تیسرے نے ایک آدمی کو اپنا مزدور اجیر بنایا۔ اجرت میں چند سیر موخچے طے کر لیا بعض روایات کے پیش نظر باجرہ) مگر کسی نامعلوم وجہ سے مزدور ناراض ہو گیا اور اس نے اپنی اجرت نہ لی۔ متاجر نے

اس کو زمین میں بودیا۔ پیہ وار بڑھی۔ پھر دوسری فصل پر اُس نے بودیا حتیٰ کہ اس سے بڑی آمدنی ہوئی اور جب کسی وقت مزدور آیا تو متحیر ہوئے وہ اصل اور اس سے حاصل شدہ سب مزدوری اجیر کے حوالہ کر دی۔ پھر کسی موقع پر یہ تینوں سفر کر رہے تھے کہ زوکی بارش آگئی وہ تینوں مجبور ہو کر کسی بیٹا کے ایک غار میں گھس گئے۔ اللہ کی شان اس غار کے منہ پر ایک وزنی چٹان پھیل کر آدھکی اور ان کے نکلنے کا راستہ بالکل مسدود ہو گیا، ان تینوں میں سے ہر ایک نے اپنی سابقہ نیکیوں کو بطور توسل بالاعمال کے پیش کر کے بارگاہِ ایزدی میں ان الفاظ سے دعا کی کہ۔

اللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ لَيْ بَارِكَا اَنْكَرَ تَوْجَانْتَهْ كَمْ هِيَ نِي كَلَامُ صَوْنِ
اَلِي قَدْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ اِبْتِغَاءً تِيْرِيْ ضَلَكْ لِيْ كِيَا هِيْ تَوْتُوْا سِجَانِ كُوَا يِنِيْ جَلْبَسِيْ
وَجْهَكَ خَافِرَجَ لَنَا مِنْهَا كُچْ سِرْكَانِيْ دَا كِرِيْ فَنِيْ دِنَا وَاِيْكَ رُوْنِيْتْ مِيْ هِيْ
فَفَرَجَ لِيْهِمْ فَرَجَةً الْحَدِيثُ كَرَا سَانِ كُوْهْمِ دِيْ كِيْ سَكِيْنِ چِنَا نِچْ اَللّٰهُنِيْ اَنْ كِيْ لِيْ
(بخاری ۳۸۳۳ و ۲۹۹۴)

اس طرح دوسرے اور تیسرے نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ چٹان اُس غار کے بازو سے بالکل ہی ہٹا دی اور وہ نکل کر اپنے اپنے گھروں کو پہنچے۔

اور مسلم کی روایت میں یوں آتا ہے کہ۔

فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا فَرَجَةً الْحَدِيثُ بِسِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِيْ اِسْ كُوْدِيْ سِيْ ہٹا دیا۔
(مسلم ص ۲۵۳)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

وفيه اثبات كرامات الاولياء وهو مذهب اهل الحق (شرح مسلم ۲ ص ۳۵۳)
ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

یہ روایت بھی اس امر کی واضح گواہی دہی ہے کہ کرامت ولی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فعل کو ولی کے ہاتھ پر صادر کرے۔ ولی کا کام تو صرف بارگاہِ خداوندی میں عاجزی اور زاری کرنا ہے۔ دنیا یا نہ دینا محض اسی کا کام ہے اور

اس میں اس کا کوئی بھی کسی حیثیت سے شریک نہیں ہے۔ وہ اپنی تمام صفات میں متفرد ہے ہدایت دینا یا گمراہ کرنا صرف اسی کا کام ہے۔

اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

کرامات اولیاء کرام کے اشراف پر متعدد اساویش اور آثار اور عبارات علماء امت موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقصد دلائل کا استقصاء و استیعاب نہیں ہے بلکہ محض اپنے دعویٰ کو مبرہن کرنا ہے لہذا سر دست انہی حوالجات پر اکتفا کی جاتی ہے اور بطور تائید صرف حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ایک حوالہ عرض کیا جاتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَكَلَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ اَوْلِيَاءُ كَرَامُ كِيْ كَرَامَاتِ حَقِّ هِيْ اوروہ اولیاء یلے
العارفون باللّٰه تعالیٰ وصفاته المحذون مومن ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو کوئی
فی ایمانہ حق یكرم اللّٰه بهما جانتے ہیں اور ان کو ایمان میں انخلاص کا درجہ حاصل
من یشاء ویختص برحمته من ہوتے ہیں ان کرامات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں
سے جس کو چاہتا ہے عزت و تبحر بخشتا ہے اور اپنی

یشاء۔

(تفہیمات الہیہ ص ۱۴)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحبؒ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کرامات اللہ تعالیٰ کے افعال ہوتے ہیں وہ اپنے مومن بندوں میں سے جس کو چاہے ان کو تکریم و شرف عطا فرماتا ہے ان کا اپنا کچھ دخل ان میں نہیں ہوتا۔ ایک نصف مزاج اور حق کے متلاشی کے لیے یہ دلائل بالکل کافی ہیں ہاں البتہ جس نے آنکھیں بند کر لی ہوں تو اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ قرآن کریم حدیث شریف اور دین اسلام کی صحیح معنی میں سمجھ صرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو توحید و سنت کا دلدادہ اور شرک و بدعت سے متنفر ہو ورنہ اس کو وحی الہی کے معانی سمجھنا کہ کہہ کنہن دکاہ بر آوردن کے برابر ہے چنانچہ اہم جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

قال في البرهان اعلم انه لا يحصل
للتاظر فهم معاني الوجوه ولا يظهر له
اسراره وفي قلبه بدعة او كبر او
هو في اوجب الدنيا او وهو مصر
على ذنب او غير متحقق بالادمان
او ضعيف التحقيق او يعتمد على قول
مفسر ليس عنده علم او راجع
الى معقوله وهذه كلها حجب و
موانع بعضها الاكدم من بعض -

(تفسير التقان جلد ۲ ص ۱۸ طبع مصر)

اور خیر سے یہ تمام روحانی بیماریاں اہل بدعت حضرات میں علی وجہ الائم موجود ہیں پھر بھلا
وحی الہی (عام اس سے کہ وہ متلو ہو یا غیر متلو علی ہو یا غنی) ان کے تاریک قلوب میں جاگزیں ہوتو
کیسے؟ اور اگر وہ سب بیماریاں چھوڑ دیں تو پھر حلاوت ایمان کا نہ ملنے والا اثر بھی وہ دیکھ لیں کہ
ان کو بھی اہل توحید اور اہل السنۃ والجماعت کی طرح قرآن و سنت کی صحیح چاشنی کس طرح
نصیب ہوتی ہے اور کس طرح اس روحانی بارش سے ان کے مردہ دلوں کی خشک زمین اور
اجڑی ہوئی بٹیاں کس طرح باو آہی سے سرسبز و شاداب اور آباد اور رنور ہوتی ہیں اور محبت
آہی اور عشق نبوی (علی صاحبہ الف الف تحیۃ) کس طرح جوش مارتا ہوا بدن کے
ایک ایک عضو بلکہ ایک ایک رونگے سے نمودار ہوتا ہے اور پھر اس مقام پر خون خوف
نہیں رہتا اور غمی غمی نہیں رہتی بلکہ محبوب کی رضا سب پر مقدم اور سب سے لذیذ تر ہوتی ہے اور
اسی مقام پر احکد احکد کے نعرے لگانے لطف کرتے ہیں اور ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف
اور صعوبت اور رنج کو وہ خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اگرچہ وہ مہاروں آفتوں اور

اور سینکڑوں پریشانیوں میں گھجھا ہوا اور اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ -
چاروں طرف سے کانٹوں میں گھرا ہوا ہے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے

باب چہارم

دیگر کتب سماوی نے عموماً اور قرآن مجید نے خصوصاً توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور شرک کی تردید پر جتنا زور دیا ہے اتنا زور اور کسی مسئلہ پر نہیں دیا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جناب ام المانیا خاتم النبیین شیخ المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا الہین سبق اور درس ہی یہی ہوتا تھا کہ۔
 يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ لِّمَعْبُودٍ لِّمَعْبُودٍ
 لِّمَعْبُودٍ لِّمَعْبُودٍ
 سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

توحید کامل کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات و افعال میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ پیدا کرنا زندہ رکھنا، مارنا، علم الغیب اور حاضر ناظر ہونا، جو و نزدیک سے یکساں تعلق رکھنا، اور جہان کے اندر تدبیر و تصرف کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تمام صفات ہر حیثیت سے صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسلام کے سوا اور مذاہب والے انوار میں۔ دیوں۔ شہیدوں اور پیغمبروں میں بھی یہ اوصاف، مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں۔ ملائکہ اور جنات اور اسی طرح اجبار و رہبان کی پرستش کرنے والوں کا قرآن مجید نے بصراحت تذکرہ کیا ہے اور یہی ان کی توحید کا نقص ہے اگرچہ صدائے انوس ہے کہ بہت سے برائے نام سلمان اصلاح کا پردہ رکھ کر اور اہل سنت والجماعت کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر ان مخصوص صفات خداوندی کو اوروں میں بھی ماننے لگے ہیں مگر اسلام نے توحید کے کمال کے لیے توحید فی الذات کے ساتھ توحید فی الصفات توحید فی العبادت اور توحید

فی التدبیر والتصرف وغیرہ کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے اقرار اور غیرت کا دل پر جو روحانی اور اخلاقی اثر پڑتا ہے وہ توحید کامل کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ اطاعت کا دل پر جو روحانی اور اخلاقی اثر پڑتا ہے وہ توحید کامل کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ اطاعت اختیار و خشوع۔ استقلال۔ توکل اور اخلاص کی حالت صرف اس وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے جب یہ یقین کامل ہو کہ ہماری تمام حاجتوں۔ تمام ضرورتوں۔ تمام امیدوں تمام اغراض و مقاصد اور تمام خواہشوں کا صرف ایک ہی مرکز و محور ہے کسی ایک شخص میں بھی استقلال، آزادی۔ رہبری اور بے نیازی کے اوصاف توحید کامل اور خالص کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے جو شخص ایک کے سوا اوروں کو بھی حاجت روا مشکل کشا۔ فریادرس اور تصرف فی الامر مانتا ہے اس کا سر اور ضمیر ہر آستانہ پر جھک جانے کے لیے تیار رہتا ہے اور اس کی جبین نیاز ہر چو کھٹ پر خم ہونے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتی ہے، اور وہ دوسروں کو بھی قبلہ حاجات اور فوق الاسباب طریق پر بددعا و تصرف مان کر ان سے مرادیں مانگتا ہے بخلاف موحّد کامل کے کہ وہ زبان حال اور قال سے صرف یہی کہتا ہے کہ سہ

دنیا ہے اپنے ہاتھت لے بے نیازی

کیوں مانگتا پھرے تیرا سائل جبکہ جگہ

کائنات کا مژبہ اور اس میں تصرف کرتے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

یہ سکہ صرف ایک سکہ ہی نہیں بلکہ ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ کائنات کے اندر تصرف اور

تدبیر کرنے والا صرف اکیلے خداوند عز و بے نہ تو اس میں اس کا کوئی شریک و ہمستہ اور نہ مشیر

اور وزیر ہے وہ ہر لحاظ سے اس میں مقرر ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 مَنْ يَمْلِكُ السَّيِّئَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ

آپ ان سے پوچھے کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان
 اور زمین سے یا کون مالک سم کان اور آنکھوں کا؟

مَنْ يَخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ
 اَوْرُكُونَ نَكَالَتِہ زنده کومرہ نے اور نکالتا ہے مردہ

مَنْ يَخْرِجُ الْحَيَّ وَمَنْ يُدْبِرُ الْأُمُورَ فَيَقُولُونَ
 کوزندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی سرودہ

اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ هَذَا لَكُمْ
اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا
الصُّلَالُ بِهَ فَالَّذِي تَصِفُونَ هَ
(پارہ ۱۱۔ سورہ یونس ۴)

یہ قطعی مضمون اس امر پر شاہد عدل ہے کہ مشرکین کو بھی اس کا اعتراف تھا کہ یہ امور
کلیہ و عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ جب تم حقیقی
اور اصلی خالق، مالک، متصرف اور مہم عالم کا مدبر اُسی کو مانتے ہو تو پھر ڈرتے نہیں کہ اس
کے سوا دوسروں کو معبود و متصرف اور مدبر کائنات بناؤ، ان صفات کا اہل اور متبع تو صرف
وہی ہو سکتا ہے جو خالق کل مالک الملک مدبر کائنات رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہے۔
اس کا اقرار کر کے پھر تم کہاں اُلٹے پاؤں والے ہو پھر جب سچا وہی ہے تو سچ کے بعد
جھوٹ کے بغیر اور کیا رہ جاتا ہے؟ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام اور محض خیالی اور ہوائی فغولوں
میں پناہ ڈھونڈنا غافل کانہیں بلکہ غافل کا کام ہے۔ عمدۃ المفسرین حافظ ابن کثیرؒ وَمَنْ
يُذَيِّرُ الْأَمْرَ كِي تَفْسِيرِ مِي رِقَامِ فَرَمَاتے ہیں کہ۔

لَا مَنْ يَدِيهِ مَلَكُوتٌ كُلِّ شَيْءٍ
وَهُوَ جَبَّارٌ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ وَهُوَ
الْمُنْصَرِفُ الْحَاكِمُ الَّذِي لَهُ عَقِبُ
حکم (تفسیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۶)

اور ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ
انہ مالک الضر والنفع وانه المتصرف
في خلقه بما يشاء

(ابن کثیر جلد ۲۔ صفحہ ۱۲۶)

اور اوائل سورہ احقاف میں لکھتے ہیں کہ۔

ان الملك والتصرف كآله الله عز وجل
فكيف تعبدون معه غيره وتشركون به
(تفسیر جہم صفحہ ۱۵۳)

وكل ذلك بفعل فاعل وتدبير
مدبر وهو الله عز وجل
(فتوح الغیب مقالہ ۱۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کے ترجمہ اور تشریح میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔
ہمہ احوال خلق بفعل فاعل وتدبير تدبر کنند
است وتدبير یا بیان کار تدبر لیکن و اس فاعل
دینا ہے اور وہ فاعل اور مدبر صرف خدا تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ حضرت شیخ ۲ ص ۵)

اہم عبد الوہاب شمرانیؒ شیخ الصوفی الجرجنیؒ (المتوفی ۸۶۲ھ) سے ان کی عبارت اور
الفاظ میں ان کا عقیدہ یوں نقل کیے ہیں کہ۔

انی اقول قولاً جازماً بقلبي ان الله
الله واحد لا ثانی له مخز عن الصاحبة
والولد مالک لا شریک له ملک
لا وزیر معه صانع لا مدبر معه
(الیواقیت والجواهر)

(جلد ۱۔ ص ۵)

اور دوسرے مقام پر یوں نقل کرتے ہیں کہ۔
فعال لما يريد فہر المدبر

وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی عالم ارغنی

المکائنات فی عالم الارض والسموات اور سموات کی تمام کائنات کا مدبر ہے۔

(جلد ۱ ص ۸)

اور نیز لکھتے ہیں کہ۔

لا شریک له فی ملکہ ولا مدبر اس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ

معہ (جلد ۱ ص ۸) اس کے ساتھ کوئی اور مدبر ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔

لا شریک له فی وجوب الوجود ولا وجوب وجود استحقاق عبادت اور خلق و تدبیر کی صفات

فی استحقاق العبادۃ ولا فی الخلق میں کوئی بھی خدا تعالیٰ کا شریک نہیں ہے اور کوئی

والتدبیر فلا یستحق العبادۃ ائے اعلیٰ درجہ کی تعظیم اور عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نہ تو

اقصیٰ غایۃ التعظیم الذہو ولا اس کے بغیر کوئی سبب کو شرف دے سکتا ہے اور نہ رزق

یشفی مریضاً ولا یرزق رزقاً ولا اور نہ کوئی اور تکلیف رفع کر سکتا ہے یہ سب کام

یکشف ضمیر الذہو بمعنی ان یقول صرف اسی کے ہیں جب وہ کسی چیز کے بارے میں

لشیء کن فیکون لا بمعنی التنبیہ فرماتا ہے کہ ہوا تو وہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے سبب

العادی الظاہری کما یقال شفی کام سبب عادی اور ظاہری سے ماوراء ہوتے ہیں ایسے

الطیب المریض و رزق الامیر نہیں جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ طبیعت کے مریض کو شفا دی اور

الجند فہذا عنیدہ وان اور شکر نے فوج کو رزق اور روزیہ دیا کہ بیکوئی سبب کچھ

اشتبه فی اللفظ عادی اور ظاہری اسباب کے تحت ہے اور اللہ تعالیٰ کا دینا

(تفہیمات الہیہ ج ۱ ص ۱۲۵) اس کے سوا ہوتا ہے اگرچہ لفظ میں اشتباہ وقع ہو جاتا ہے۔

دیگر متبیین حضرات کو عمرؓ اور صاحبؓ نور ہدایتؓ کو خصوصاً حضرت شاہ صاحبؓ

کی اس عبارت کے پیش نظر یہ بات اچھی طرح ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ غیر اللہ سے تدبیر و تصرف

وغیرہ کی جو نفی کی جاتی ہے وہ مافوق الاسباب تصرف اور تدبیر کی نفی ہے جو ظاہری اور عادی

اسباب بالاتر اور ماوراء ہوا۔ اسی فرق کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے متبیین غلط کریں کھاتے

پھرتے ہیں اور اسی واضح اور بنیادی فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کا یہ شاخسانہ ہے کہ مؤلف نور ہدایتؓ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں اس مضمون سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هَذَا عَطَاءُنَا فَامْنُنْ اَوْ امْسِكْ یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا

بغیر حساب ۵ (پ ۲۳ - ص ۳۳) روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مافوق الاسباب تصرف پر استدلال

کرتے ہوئے اپنے علم اور دیانت کو چار چاند لگاتے ہیں اور ان کے سادہ لوح حواری بھی نہایت

ہی خوش ہوں گے کہ مؤلف مذکور نے قرآن کریم کی آیت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے لیے مافوق الاسباب تصرفات ثابت کر کے دینی خدمت سر انجام دی ہے مگر یاد رہے

کہ نزاع اور جھگڑا اس میں نہیں ہے کہ کیا کوئی بادشاہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ملک اور حکومت

عطا فرمائی ہو جو عادی اور ظاہری اسباب پر موقوف ہے، کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے

مال و دولت سے کسی کو کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور نزاع اس میں بھی نہیں ہے کہ کیا عالم اسباب

اور عادی و ظاہری سبب کے تحت کسی کو مختار کل، مالک و تصرف مجاز کمنا درست سے یا نہیں؟

کیونکہ اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بادشاہ یا مخلوق میں کسی کو کچھ دیا ہے اس

میں اس کا اختیار اور تصرف چلتا ہے اور حضرت مولانا عاشق الہی صاحب مدظلہ

کا یہ مذکور ارشاد وجہ ہے مگر اس سے مؤلف نور ہدایتؓ کو ایک رقی کا فائدہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ

انہوں نے از روئے جمالت یہ بالکل غیر متعلق بحث در میان میں لاکر اس مافوق الاسباب تصرفات

پر دلیل پیش کی ہے (دیکھیے نور ہدایت صفحہ ۵۸، ۵۹)

مؤلف نور ہدایتؓ کو مافوق الاسباب تصرفات کے اثبات پر مجبورات و کرامات

اور اسی طرح بادشاہوں کے عطا و تمنع وغیرہ سے استدلال کرنا سراسر بے سود ہے کیونکہ سبب

کچھ غیر طبیعی اسباب اور اسباب ظاہری اور عادی کے تحت ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تصرف اور تدبیر کی جو صفت

ثابت ہے وہ ہر قسم کے سبب اور سبب ظاہری کے ماوراء ہے اور شفی الطیب المریض و رزق الامیر

الجند (کہ طبیب نے بیمار کو شفا دی اور امیر شکر نے لشکر کو تختہ راہ وغیرہ دی) وغیرہ یہ اسباب ظاہری

اور عادی کے تحت ہے، فرشتے اگر باذن اللہ شکم مار میں ایک گونہ قصوف کرتے ہیں تو حق ہے
مگر وہ اسباب عادی اور ظاہری کے تحت ہے اسی طرح اگر بحکم خداوندی فرشتے جان قبض کرتے
ہیں تو وہ بھی اسباب عادی اور ظاہری کے تحت ہے کہ خداوند عزیز کے حکم سے عالم اسباب میں
یہ سب امور ان سے وابستہ ہیں یہ نزاع کی بات نہیں ہے سزا پشتر میں مذکرات امر کی بحث میں
آئے گی انشاء العزیز۔ الغرض صاحب علم و دیانت اور عقلمند آدمی کا یہ کام ہے کہ پہلے محل نزاع
کو سمجھے پھر اس کے مطابق دلائل تلاش کرے غلط بحث کا اہل علم و دیانت سے کیا تعلق ہو
نسبت ہے؟ مگر کیا کیا جائے۔ ع۔ گویا کھیلنا پڑا ہے بچوں سے ہم کو

یہی اللہ تعالیٰ کے افعال کہ وہ اسباب پر موقوف نہیں ہیں چنانچہ حافظ ابن القیم المتوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں کہ
فان فعلا سبحانا وتعالى لا يتوقف على هذه الاسباب
اللہ تعالیٰ کا فعل ان ظاہری و باطنی اور عادی و باطنی موقوف
نہیں ہے جو تجربہ کو عقل منع کرتی ہے جو جب بندہ اللہ کے
حکم کو تسلیم کر لیتا ہے تو اس پر چیز میں جو اس سے غائب ہے
اس میں سبب کا طعن اتفاقی ہی نہیں کرتا

(مدارج السالکین ص ۳۴ طبع مصر)

اور نیز لکھتے ہیں کہ

فهو لا بدئي حيث لا سبب ولا وسيلة واليه
تنتهي الاسباب والوسائل والطريق المحيئين و
باب السعادتین ص ۱۲ طبع مصر
یہ عبارت بھی اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل اسباب پر موقوف نہیں ہے بخلاف
مخلوق کے کہ وہ عالم اسباب میں اسباب کی محنت ہے لہذا فوق الاسباب اور غیبی طور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر
کسی کو بھی دکھائے گا نافع و مضار سمجھنا اور اس نظر سے اس کو پکارنا اور کسی تعریف کرنا یا طعن اور نند و نیازی کی صورت میں
اس کی تعظیم کرنا یہ عبادت ہے اور صرف مجبور و حق کا ہونا ہے۔ نوٹ۔ اکثر اہل بدعت مشہور محدث حافظ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ

اور حافظ ابن القیم کی رفیع شان میں نسبت ہی گستاخی کرتے ہیں مگر علامہ

القادی الحنفیؒ ان دونوں بزرگوں کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ۔

كانا من اكابر اهل السنة والجماعة
یہ دونوں اہل سنت والجماعت کے اکابر ہیں اور اس
ومن اولياء هذه الامة مجمع الروايات ص ۱۲ طبع مصر امت کے اولیاء ہیں تھے۔

اور اہم جلال الدین سیوطیؒ نے تو حافظ ابن القیمؒ کی تعریف بہت ہی قابل قدر الفاظ میں
اور عقیدت مند انداز میں کی ہے۔ من الائمة الکبار فی التفسیر والحديث والغرض (رفع الولاية طبع مصر)

حضرت ملا علی بن القاریؒ واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن
بالله الحديث جس کی پوری روایتی و درایتی بحث ہم نے دل کا سرور میں کر دی ہے کہ
شرح کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ۔

ويعتمد في جهه الامور عليه اى
وان يسأل غيره لان غيره غير قادر
على العطاء والمنع ودفع الضرر و
جلب النفع فانهم لا يملكون
لانفسهم نفعاً ولا ضرراً ولا يملكون
تو اپنے نفوس کے لیے بھی نفع و ضرر کے مالک
نہیں ہیں اور نہ موت و حیات اور دوبارہ کی

موتاً و احياتاً ولا نشوراً۔
زندگی ان کے اختیار میں ہے۔

(مرقاۃ ہامش مشکوٰۃ جلد ۲۔ صفحہ ۱۵۹)

الغرض مافوق الاسباب طریق پر سوال واستعانت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات
سے متعلق ہے اور وہی متصرف اور مختار اور نافع و مضار اور مدبر عالم ہے وحدہ لا شریک لہ
علمائے عقائد نے اس کی تصریح کی ہے کہ تدبیر عالم خواص الوہیت میں سے چنانچہ کمال الدین
ابن ابی شریفؒ لکھتے ہیں کہ۔

والمراد ههنا اعتقاد عدم الشريك
في الالهية وخواصها كتدبير
العالم واستحقاق العبادة الخ
اس مقام پر مراد یہ ہے کہ الوہیت اور اس کے
خواص میں کسی کو شریک نہ قرار دیا جائے اور
خواص الوہیت یہ ہیں مثلاً علم کی تدبیر کرنا اور
عبادت کا مستحق ہونا الخ۔

(سامرہ جلد ۱۷۰ نحوہ جلد ۱ ص ۶۲)

فقر لا یبید الله فی صلیحین
فی القدر کالطفل الرضیع فی
بید الظنر (فتح الغیب ص ۵۵ مقالہ ۲)
کے سامنے ایسا ہو جاتا ہے جیسے شیر خوار بچہ اٹاکے ہاتھ میں۔
حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ۔

پس جزم میکند و یقین و شہود درمی یابد
کہ نیست خالق و متصرف حقیقی در موجودات
چہ افعال بندہ و جزا آن مگر خدا کے عز و جل
اگرچہ بظاہر بر عایت عام مجاز نسبت با سباب
نیز میکند و نیست جنبانندہ و آرام دہندہ
مگر خدا و نیست نیکی و نہ بدی و نہ زیان
و نہ سود و نہ دادن و نہ نادرادن و نہ کشادن
و نہ لبستن و نہ مردن و نہ زیستن و نہ عزت
و نہ خواری و نہ تو نگری و نہ درویشی مگر قدرت
خدا و نہ عز و جل پس مے گرد و بندہ در این
ہنگام در سیدان باین مقام در قضا و قدر آئی
تعالیٰ ہم چو بچہ شیر خوار در دست
وایہ شیر دہندہ کہ تدبیر و اختیار و نظر و فکر
و کار بار نادرادن الخ۔
(ترجمہ حضرت شیخ ص ۱۶)

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔
اہم عبد الوہاب شہرانیؒ شیخ الصوفیہ محی الدین بن عربیؒ کے عقائد بیان کرتے ہوئے
اگے تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (ہم ان کی عبارت کا لفظی ترجمہ عرض کرتے ہیں) کہ

نہ تو وجود میں کوئی طاعت اور نہ فرمانی اور نہ نفع ہے اور نہ نقصان اور نہ غلام ہے اور نہ آزاد
اور نہ گرمی ہے اور نہ سردی اور نہ زندگی ہے اور نہ موت اور نہ حصول ہے اور نہ عدم حصول اور نہ
دن ہے نہ رات اور نہ اعتدال ہے اور نہ کج روی اور نہ خشکی ہے نہ تری اور نہ بخت ہے اور نہ طاق
اور نہ جوہر ہے نہ عرض اور نہ صحت ہے نہ مرض اور نہ خوشی ہے اور نہ غمی اور نہ روح ہے اور نہ
جسم اور نہ تاریکی ہے اور نہ اجالا اور نہ زمین ہے اور نہ آسمان اور نہ ترکیب ہے اور نہ تحلیل اور نہ
زیادتی ہے اور نہ کمی اور نہ صبح ہے اور نہ شام اور نہ سفیدی ہے اور نہ سیاہی اور نہ بیداری
ہے اور نہ نیند اور نہ ظاہر ہے اور نہ باطن اور نہ متحرک ہے اور نہ ساکن اور نہ تہمت ہے اور نہ شگ اور نہ
چھلکا ہے اور نہ مغز اور کوئی چیز متضادات اور مختلفات اور متاثرات میں سے نہیں ہے۔

الا وهو مراد للحق تعالیٰ وکیف
لا یكون مراداً له وهو واجب فکیف
یوجد المختار و ما لا یرید
جو حق تعالیٰ کی مٹاؤ نہ ہو اور کیوں اس کی طرف نہ ہو دینی
ان جملہ امور کا موجود ہے جبکہ چاہتا ہے تو بھلا اس کے ارادہ کے
یوجد المختار و ما لا یرید
بغیرہ امور کیسے وجود میں آسکتے ہیں؟

اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی رد کر سکتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے ملک
دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو
چاہتا ہے ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ
کر دیتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے اور جس چیز کے ساتھ اس کی مشیت البتہ
نہیں ہوتی وہ نہیں ہو سکتی۔ اگر تمام کائنات جمع ہو کر کسی چیز کا ارادہ کرے مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ
اس سے متعلق نہیں ہے تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی اور اگر وہ کچھ کرنا چاہے تو اس کو کوئی منع نہیں
کر سکتا اور نہ یہ بات کسی کی طاقت میں ہے۔

ولا اقدر هم علیہ اور نہ اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت ہی ان کو دی ہے پس کفر
اور ایمان طاعت اور عصیان خدا تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم اور ارادہ سے و البتہ ہیں الخ
(الہدایۃ والجواب جلد ۱ ص ۵)

یہ تمام عبارات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ خدا تعالیٰ خود ہی مدبر خود ہی مالک اور خود

ہی تصرف اور مختار ہے تمام کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و تصرف اور اختیار میں جکڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تو یہ قدرت سونپی ہے اور نہ مخلوق میں کسی کو مدبر و متصرف اور مختار بننے کی یہ صفت حاصل ہے۔ لَقَالِی اللّٰهُ عَن ذٰلِكَ عَلُوًّا کَبِیْرًا

الغرض اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے بغیر کسی کو اس معنی کر کے متصرف اور مدبر و مختار کہنا اس کی کھلی نافرمانی ہے اور بغاوت ہے جو کسی صورت میں اس کے اہل اور مخلوق نون کے پیش نظر قابلِ مغفرت نہیں ہے بلکہ افسوس ہے کہ اہل بدعت حضرات کو اس سے کیا غرض؟ یہاں تو یہ حال ہے کہ

دربار کو اپنی موج کی طعنیوں سے کام

کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں ہے

توحید و اشراک کی ماہیت اور حقیقت معلوم کرنے نیز مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار ہونے کی ٹھوس اور علمی بحث کے لیے گلدستہ توحید اور دل کا سرور ملاحظہ کریں۔ اس مقام پر تو صرف بطور تمہید ہم نے چند امور اور قرآن کریم کے علاوہ بندگانِ دین دجن کی بعض جمل عبارت سے فریقِ مخالفت اپنا کام چلاتا ہے کہ چند حوالجات عرض کر دیے ہیں تاکہ ہر متلاشی حق ٹھنڈے دل سے ان دلائل پر غور کر سکے مگر دیکھ گاہر ایک اپنی ہی آنکھ سے

غلاطال ہفتی کائنات اسی رنگ میں عام

جس رنگ کی نگاہِ ظہری کائنات پر

فَالْمُدْبِرَاتُ اَمْرًا کِی تفسیر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم صاحبِ نور ہدایت کا یہ اصولی مغالطہ بھی نکال دیں جس کے دلدل میں وہ کچھ ایسے الجھ اور چپس کر رہ گئے ہیں کہ اس سے ان کا نظر بظاہر نکلنا مشکل ہے۔ چنانچہ وہ اس سے قبل کی آیات کو بطور تمہید ذکر کر کے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

اس وقت ہمارا اسی آیت کریمہ سے استدلال ہے کہ ملائکہ بھی امور الہیہ میں تدبیر فرماتے

والمے ہیں اور باذن اللہ تعالیٰ عظام الہی کے مطابق مدبرِ عالم ہیں یہ آیت کریمہ ہمارے مدعا پر قطعی الدلالت ہے اس آیت کے تحت کتبِ تفسیر کبیر، خازنِ معالم، جبل وغیرہ میں لکھا ہے کہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام امور الہیہ کو اہل زمین میں تدبیر اور تقسیم فرماتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام ہوا اور شکر و پڑھ و کل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی پر مقرر عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انبیس حکم پہنچانے پر تعین ہیں فرشتوں سے کچھ انسانوں کی حفاظت پر تعین ہیں تو کچھ اعمال لکھنے پر۔ کئی فرشتے خفت مسخ ہوا و خیر ما امور پر تعینات ہیں۔ یعنی امور کو مینہ کی تدبیر پر مکمل ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ وَالْمُدْبِرَاتُ اَمْرًا ملائکہ عظام مثل جبریل و حضرت میکائیل و حضرت اسرافیل و حضرت عزرائیل مع احوالہم و جودہم کہ ہر ایک برائے تدبیر ہے از امور کو یہ مقرر فرمودہ اند الح۔ حضرت شاہ صاحب کی عبارت آگے تک نقل کر کے صاحبِ نور ہدایت نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور ان ملائکہ عظام کی مختلف ڈیوٹیوں کا ثبوت حضرت شاہ صاحب کی عبارت پیش کیا ہے جیسا کہ پہلے ان کے الفاظ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ (دیکھئے نور ہدایت ص ۴۸ و ۴۹) اور پھر ص ۵۱ میں وہ یُدبِرُ الْاُمُورَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ اور مَنْ یُدبِرُ الْاُمُورَ کی آیات کے پیش نظر فحنتی اونٹ کی طرح موج میں آکر لکھتے ہیں کہ۔

”اس جگہ وہابیہ کے لیے بڑی مشکل پیش آئے گی کہ یہاں فرشتوں کو مدبر امر کہا گیا ہے حالانکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ۔

یہاں پر حزبِ مخالف کا مافوق و تحت الاسباب والا حیلہ بھی کارگر نہیں ہو سکتا۔
الی آخرہ ص ۵۱ نور ہدایت)

الجواب :- مؤلف نور ہدایت کا اس آیت انبیاء کو ہم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام جہم اللہ تعالیٰ کے متصرف مافوق الاسباب ہونے پر استدلال کرنا دجوان کا ہٹل مدعی ہے (اسر سر باطل اور قطعاً مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ اعتقادی مسائل قیاسی نہیں

ہوا کرتے تاکہ ملائکہ کے تدبیر اور تصرف ہونے سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متصرف اور مدبر ہونے پر استدلال کیا جاسکے۔ اس مقام پر تو ایسی نص جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل ہو کر رہے اور ثبوت اور دلالت کا اس آیت کو اپنے اس بے بنیاد مدعی پر پیش کرنا بالکل صحیح اور صحیح دلیل کا پیش کرنا ان کے بس کا روگ نہیں ہے اور تا قیامت اس کا اثبات ان سے ممکن نہیں ہے طبع آزمائی شرط ہے۔
وَتَأْتِيَنَّكَ مَوَاقِفُ مَذْكُورُہ کا اس آیت کو اپنے مدعی کے قطعی الثبوت دلیل کہنا علم اور دیانت کا جنازہ لکھانے کے مترادف ہے کیونکہ قطعی الدلائل وہ دلیل ہوتی ہے جس میں کوئی اور احتمال پیدا نہ ہو سکتا ہو بجائے اس کے کہ ہم اس پر متعدد وجوہ الحجات نقل کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم جَاءَ الْحَقُّ کا حوالہ ہی عرض کر دیں جس پر مولف نور ہدایت وغیرہ کے درس و خطابت کے دلائل کا مدار ہے چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب فریق ثانی سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ آیت قطعی الدلائل ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔ انتہی بلفظہ (جاء الحق ص ۱۷)

یہ عبارت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قطعی الدلائل وہ دلیل ہوتی ہے جس میں کوئی اور احتمال نہ پیدا ہو سکتا ہو اور فَاَلَمْ يَذَرِكُمْ اَلْآيَاتُ اَلْحَدَّثِ کی آیت ملائکہ کے امور الہیہ میں متصرف اور مدبر ہونے میں ہرگز قطعی الدلائل نہیں ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں اور احتمالات بھی موجود ہیں اور صرف امکان ہی نہیں بلکہ وہ تفسیریں مفسرین کرام نے کی بھی ہیں چونکہ مولف نور ہدایت نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر کو نقل کر کے مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے اس لیے ہم بھی دوسری معتمد اور مستند تفاسیر سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف حضرت شاہ صاحب کی تفسیر نقل کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور محض بطور تائید کے حضرت قاضی شمس الدین صاحب کا ایک مختصر حوالہ بھی ساتھ ہی عرض کر دیتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ۔

و درین جایا باید دانست کہ مفسرین را در اور اس مقام پر جاننا چاہیے کہ مفسرین کرام کا ان تعین ماصدق این صفات پنجگانہ کہ در پنج صفات ذوالنکاحات سے لے کر مطلع این سورہ مذکور اند اختلاف بسیار فَاَلَمْ يَذَرِكُمْ اَلْآيَاتُ اَلْحَدَّثِ کے مصدق کی تعین ہیں

است۔ بعضے بریک چیز حمل کنند و بعضے برچیز ہوا جس صورت کی ابتداء میں وارد ہیں بہت اختلاف واقع ہوئے مناسب کہ باہم تعلق دارند و بریک ہوا ہے بعض ان کو ایک چیز حمل کرتے ہیں اور بعض دیگر ان کو ایسی اشیاء پر حمل کرتے ہیں جن کا باہم تعلق ہے اور وہ ایک کام میں مصروف ہیں اور ایک گروہ ان کو متفرق چیزوں (تفسیر عزیزی پارہ ۱ ص ۲۵)

اس سے صاف طور پر یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ ذوالنکاحات سے لے کر فَاَلَمْ يَذَرِكُمْ امتزاج کی پنجگانہ صفات کے تعین میں مفسرین کرام کا اتفاق نہیں ہے ایک گروہ ان کو مصادیق کچھ بتلاتا ہے اور دوسرے کچھ اور اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس کو قطعی الدلائل دلیل بنانا کس قدر شرم کی بات ہے اور کسی طرح علم و تحقیق کی روشن جبین پر بدنما داغ ہے۔

پھر آگے حضرت شاہ صاحب فَاَلَمْ يَذَرِكُمْ اَلْآيَاتُ اَلْحَدَّثِ کی سات تفسیریں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلی تفسیر اس آیت کریمہ کی وہ صوفیہ کرام سے یوں نقل کرتے ہیں کہ۔
کہ ملازم مذہب کرام ائمہ مصنفین کتب مذہب کرام ائمہ سے کتابوں کے مصنف اور وہ دو اصنفین قواعد و ماصیل کنندگان اصول و حضرت مراد ہیں جو قواعد و اصول کی بنیاد وضع اور تفسیر تفریع کنندگان فروع ص ۲۸ و ۲۹ کے ان پر فروع کو محمول کرتے ہیں۔
اور تیسری تفسیر اصحاب جہاد و قتال سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ۔

و مذہب کرام ائمہ پادشاهان و امیران کہ کہ مذہب کرام ائمہ سے بادشاہ اور ایسے فوجی افسر جنگ بہ حسن تدبیر و صلاح ایشاں سرانجام سے مراد ہیں کہ جن کی عمدہ تدبیر اور اصلاح سے جنگی امور انجام پذیر ہو کو کچھ و مقام و حرکت و سکون بطور ایشاں پذیر ہوتے ہیں اور ان کے حکم سے کونج و مقام اشد می باشد (ص ۲۹) حرکت و سکون کا تحقق ہوتا ہے۔

اور چوتھی تفسیر اہل نجوم سے نقل کرتے ہوئے اس طرح ارقام فرماتے ہیں کہ۔
بسبب اختلاف اوضاعی کہ در احوال حالات کہ مذہب کرام ائمہ سے مراد ہیں کہ ان ایشاں و ماحول می شود تدبیر عالم می کنند و ہر اختلاف اوضاع کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہوتے

لوکب دماورے کے متعلق بال کوکب است
ہیں وہ تدبیر عالم کرتے ہیں اور ہر ایک ستارے کا ان
داخل دار و الصلاات و الصرافات و تبدیل
امور میں دخل ہوتا ہے جو اس سے تعلق ہوتے ہیں اور
فصول و اوقات و معرفت کائنات سفلی و
الصلاات و الصرافات اور تبدیل فصول و اوقات
اور کائنات سفلی اور آسمانی و ارضی کی معرفت
حوادث آئندہ از آنہا دریافت می شود

(ص ۲۹)

اور پانچویں تفسیر و عاظہ اور مذکر سے مُدَبِّرَاتِ اَعْمَد کی یوں نقل کی ہے۔
وامر سوال و جواب و عذاب و تعظیم قرآن تدبیر ہے کہ مُدَبِّرَاتِ اَعْمَد سے وہ فرشتے مراد ہیں جو سوال
کنند (ص ۲۹) و جواب اور عذاب و تعظیم قرآن کی تدبیر کرتے ہیں۔
اور چھٹی وہی بیان فرمائی جو مؤلف نور ہدایت نے ص ۲۹ میں ملائکہ عظام مثل جبریل م
سے نقل کی ہے اور ساتویں تفسیر بعض سے ان الفاظ کے ساتھ زیب قلم فرمائی ہے کہ
کہ مراد از مُدَبِّرَاتِ اَعْمَد ارباب اور بعض فرماتے ہیں کہ مُدَبِّرَاتِ اَعْمَد
عقل و حکمت کہ در ہر باب بقوت عقل تدبیر سے ارباب عقل و حکمت مراد ہیں کہ ہر باب میں وہ اپنی
می بر آرد و جیلہ برائے کار با بستہ پدید می آرد قوت عقل کے ساتھ تدبیر کرنے اور شکل اور بہت کاموں سے
عمدہ بر آویندگی تدبیر و جیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (ص ۳۰)

حضرت قاضی شہار اللہ صاحب پانی پتی اس آیت کی مختلف اور متعدد تفاسیر نقل کرنے
کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ۔

و ذکر فی تاویل هذه الآية وجوه اخر
تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۸

نہایت کہ مؤلف نور ہدایت اس آیت کو یہ کی اتنی تفسیر اور اتنے احتمالات کے
ہوتے ہوئے بھی اس کو اپنے معنی پر قطعی الدلالت دلیل قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ آیت کوئی
ہمکنے مدعا پر قطعی الدلالت ہے (نور ہدایت ص ۲۹) کہنے افسوس کا مقام ہے کہ مؤلف مذکور
کس طرح دیدہ دلیری کرتے ہوئے اس آیت سے ملائکہ عظام کا مدبر اور متصرف ہونا ثابت

کرتے ہیں اور اس آیت کو اپنے باطل مدعا پر صرف پیش ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو
قطعی الدلالت کہتے ہیں رشاد کہ ان کے نزدیک یہ صحیح علمی اصطلاحات ہی کسی اور سانچے
میں دھسل چکی ہوں و ثانیاً مؤلف مذکور کو معلوم ہونا چاہیے کہ عالم اسباب کے تحت مدبر اور متصرف
ہونے کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے جھگڑا صرف اس امر میں ہے کہ کیا ملائکہ عظام اور انبیاء کرام
اور اولیاء الرحمن علیہم الصلوٰۃ والسلام مافوق الاسباب طور پر مدبر اور متصرف ہیں یا نہیں؟

اس آیت مذکورہ میں جس تدبیر اور تصرف کا (ایک تفسیر اور احتمال کے رُو) ثبوت
ملتا ہے وہ صرف عالم اسباب کی تدبیر ہے اس سے مافوق الاسباب تصرف اور تدبیر پر گز
مراد نہیں ہے جو مؤلف نور ہدایت کا معنی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم مختلف کتب سے
اس کے ثبوت پر حوالے عرض کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے علحضرت مولوی
احمد رضا خان صاحب بریلی کا حوالہ ہی عرض کر دیں تاکہ اس مسئلہ پر جبرطری ہو جائے اور
مؤلف مذکور کو راہ فراموش نہ آ سکے۔ ماننا یا نہ ماننا تو قسمت کی بات ہے اور ہدایت دنیا تو صرف
مالک الملک اور مدبر کائنات اور متصرف فی الامور کا کام ہے اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں
ہے۔ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ لَهُ فَلَا مُهْدِيَ لَهُ۔
حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۳۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور
ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارگان و عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل ان سب
کے خود حاکم حقیقی نظم و نسق فرماتے ہیں بَيِّنُوا تَوْحِيدَ الْجَوَاب۔ اللہ اکبر حاکم حقیقی
عز وجلالہ پاک ہے اس سے کسی سے توسل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق اکیلا مدبر ہے
سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدبیر
امور پر مقرر فرمایا ہے قَالَ تَعَالَى فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا الخ بلفظہ
(احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۶۴)

مؤلف نور ہدایت اپنے علحضرت کی اس عبارت کو بار بار اور ٹھنڈے دل

سے پڑھیں اور غور کریں کہ فرشتوں کا مہر اور آایا مافوق الاسباب سے جو ان کا باطل معنی ہے؛ یا علم اسباب میں وہ مدبر ہیں اور فالہم بدیات امرا سے خان صاحب اور اعلیٰ حضرت کیجے نزدیک کیا مہر ہے؟ آپ کا دعوے تو مافوق الاسباب تصرفات ثابت کرنا ہے جیسا کہ آپ کی کتاب کے نام (ہدایۃ الاحباب فی التصرفات مافوق الاسباب) سے ظاہر ہے اور اس آیت کو آپ اپنے اس معنی پر قطعی الدلالت دلیل کہتے ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸) فہو اسما۔

بریں عقل و دانش بیابہ گریست

خان صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی بالکل ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا حاکم الیلا خالق اور اکیلا مدبر ہے اور یہ بھی تولد و ربایت کے سلسلہ خلاف ہے دیکھئے وہ کیا لب کشائی کرتے ہیں اور ملاحظہ کیجئے کہ بقول خود کس طرح میاں قطب اور مریدان باصفائیں خوب سرگشتی ہو رہی ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ فتح کس کو نصیب ہوتی ہے اعظم حضرت کو یا مولف مذکور کو؟ عوام کے ہاں تو یہ بھی مشہور ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ اب دیکھئے نعمت بڑے میاں کی یاوری کرتی ہے یا چھوٹے میاں کی۔ بہر حال مقابلہ خوب ہو رہا ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ملے لے میر

مقابلہ نودول ناتواں نے خوب کیا

قارین کرام مشرکین اور اوثان پرست قوموں کا یہ اعتقاد مہر گزرتھا کہ اصنام اور اوثان ویسے ہی صفات الوہیت کے ساتھ متصف ہیں جیسے واجب الوجود کی ذات مقدس بلکہ وہ ان کو صرف الہ حقیقی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے تھے اور اس خیال سے انکی عبادت و زامہ کیجئے پکارنا، نذر دینا، طواف اور سجدہ وغیرہ کیا کرتے تھے۔ اس کی مبسوط بدلائل بحث ہم نے گلہ نہ توحید میں کر دی ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں یہاں ہم صرف امام اہل سنت اور محقق شمس المحدثین و امام ملت کلیہ حضرت سید شریف جرجانی الحنفی کا حوالہ عرض کرتے ہیں جو گلہ ستہ میں درج نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ۔

فانہم لا یقولون بوجود الہمین بت پرست دو واجب الوجود اللہوں کے قائل نہیں

واجب الوجود ولا یصفون الاوثان اور نہ دو اوثان کو صفات الوہیت کے متصف بصفات الالہیۃ وان اطلقوا ملتے ہیں اگرچہ وہ ان پر لکبہ کا اطلاق کرتے ہیں علیہ اسم الالہ بل اتخذ وہا بلکہ انہوں نے تو انبیاء کرام یا نیک بندوں یا فرشتوں علی انہما تمثال الانبیاء والذہاد یا ستاروں کی تصویریں اور فوٹو بنا کر عبادت کے والہم لثکۃ والکواکب واشتغلوا طرہان کی تعظیم کرنی شروع کر دی تاکہ وہ اس طریقہ بتعظیم ہا علی وجہ العبادۃ توصلوا سے الہ حقیقی تک رسائی کر سکیں۔

بہا الی ما هو الہ حقیقۃ انتہی

بلفظہ (شرح مواقف طبع نو کھڑو صفحہ ۵۸)

دیکھا آپ نے حقیقت شرک اور ماہیت اوثان و اصنام کیا ہے؟ مگر آج یا لوگ صرف ان آیات کو بتوں پر صل کر کے آگے حقیقت بیان کرنے سے کچھ ایسے خاموش ہو جاتے ہیں جیسے نئی دامن سہال کے گھر مگر ع

نہ ہر کہ روئے برا فرخت دلبری داند

ساتھ متعلق نہیں تاکہ یہ لازم آئے کہ تمام باتیں اولاً کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے بلکہ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تنہا اعمال لکھے ہیں فرشتے۔
بلفظ بلغة الحیران ص ۱۵۔

ناظرین غور کیجئے دیوبندی جماعت کے مجدد کس بے نقابی کے ساتھ معتزلہ کی طرف سے وکالت کر رہے ہیں کیسے مذہب حق اہل سنت کی نزدیک و ابطال سے کام نہیں لیا گیا؟ ضرور کھلے لفظوں میں مصنف کتاب نے کہہ دیا کہ اس آیت کا وہ مطلب ٹھیک نہیں، جو اہل سنت و جماعت ملتے ہیں۔ بلکہ معتزلہ جو معنی کرتے ہیں وہ درست ہے الخ بلفظ نور ہدایت ص ۱۷۔
اس کے بعد مولف مذکور حق اور اہل حق سے ذاتی عناد اور تعصب کی وجہ سے مغلوب الغضب ہو کر بلغة الحیران کی عبارت آخر تک لکھ کر اور اس کا بزم خود تجزیہ کر کے نور ہدایت میں ص ۱۷۔ تک اس کی اپنے سور مزاج کے سبب بد مزہ بناتے چلے گئے ہیں اور تان اس پر توڑی کہ مصنف بلغة الحیران معتزلی ہے معتزلہ کا ایجنٹ ہے اور ان کا وکیل ہے وغیرہ وغیرہ

الجواب۔ مولف مذکور کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس مفروض اور ہوائی قلعہ میں محصور ہو کر علی بابا اور چالیس چوریشخ چلی کے خیالی پلاؤ کی کمائی وہ تازہ کر رہے ہیں وہ سراسر بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور اس میں چندہ وجوہ سے کلام ہے اولاً اس لیے کہ بلغة الحیران کے ص ۱۷ پر اس کی تصریح موجود ہے کہ بلغة الحیران حضرت مولانا حسین علی صاحب کی وہ تقریریں ہیں جو دورہ قرآن شریف کے وقت مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور مولانا غلام خان صاحب قلمبند کی تھیں حضرت مرحوم نے اپنی قلم سے وہ نہیں لکھیں اور نہ یہ ان کی تصنیف ہے جس میں مصنف کی پوری ذمہ داری کا فرما ہوتی ہے اور بوقت ضبط تحریر شاگردوں سے کیا کچھ غلطیاں سرزد نہیں ہو سکتیں؟ اور ان تقریروں کی ذمہ داری استاد پر کیسے عائد ہو سکتی ہے؟ اور اگر بذات خود بعض تقریرات پر نظر فرمائی ہو تو اس سے یہ کیسے اور کیوں کر لازم آتا ہے کہ بالاستیعاب پوری اور مکمل کتاب پر نظر فرمائی ہو؟ مولف نور ہدایت کس دیانت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اپنی قلم کو اٹھاتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں؟ اور کس انصاف سے وہ حضرت

باب پنجم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس باب میں مولف نور ہدایت کی بعض تحقیقات و تدقیقات یا بالفاظ دیگر علمی جھجکیاں بھی عرض کر دیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں ثبت فرمائی ہیں اور بعض تحقیقات کو انہوں نے بزم خرویش بنیادی حیثیت دے کر خالص اہل السنۃ والجماعت کو معتزلی اور قدری بنانے کی بالکل ناکام کوشش کی ہے اور اس باب میں کوئی موضوع متعین نہیں ہو گا۔ بلکہ محنت اور متفرق امور ہوں گے جن کو ہم ان سے بقدر ضرورت اپنی عبارت میں نقل کر کے ان کے جوابات عرض کریں گے۔ تاکہ قارئین کرام کو اصل حقیقت بخوبی معلوم ہو سکے اور سلیق مخالف کی دیانت اور مبلغ علم کا صحیح اندازہ بھی ہو جائے کیونکہ اہل عقل کے ہاں یہ ایک مشہور امر ہے کہ ع۔ و بصد ہا تتبین الاشیاء۔

صریح بہتان

مولف نور ہدایت اپنے دل ماؤں کی بھڑاس نکالنے کے لیے حضرت مرشدنا و مولانا حسین علی صاحب (المتوفی ۱۲۹۳ھ) پر اتنا اور بہتان تراشی کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ چنانچہ دیوبندی جماعت کے ذمہ دار مولوی حسین علی صاحب داں بھچر وی تلینڈ ارشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوچ (المتوفی ۱۲۲۳ھ) و مولوی محمد مظہر نالوتوی (المتوفی ۱۳۰۲ھ) اپنی شہرہ آفاق تصنیف "بلغة الحیران" میں اعتزال کے احیاء قدریہ کے مردہ عقیدہ کی تجدید میں اپنی قلم کو اٹھاتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ۔

کُلُّ فِی کِتَابِ مُبِیْن (پ ۱۲۔ رکوع اول) یہ علیحدہ جملہ ہے ماقبل کے

مرحوم کو مصنف کتاب کہتے ہیں؟ و ثانیاً تفسیر بلوغۃ النحیران کی درسی تقریروں کو قلمبند کرنے والوں میں حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب بھی شریک تھے اور ان کی طرف سے قصیدہ بدعت میں زلزلہ کے عنوان سے عرصہ ہوا ہے ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے اور اس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ بلوغۃ النحیران کی اہل عبارت اس طرح ہے مگر کاتب کی غلطی سے وہ یوں لکھی گئی ہے جس سے اہل مطلب بدل گیا ہے۔ مولف نور ہدایت وغیرہ وہ رسالہ ملاحظہ کریں۔ فریق مخالف کے علم و دیانت اور تقویٰ و ورع کی داد دیکھئے کہ وہ بعض تلامذہ کی لکھی ہوئی تقریروں کا مصنف حضرت مرحوم کو قرار دے کر اور ان تقریروں کے قلمبند کرنے والوں کے واضح بیان کے بعد بھی کہ اہل عبارت میں غلطی اور فرگنداشت واقع ہوئی ہے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ معتزلی یا قدری ہیں۔ ان کے لکھنے میں وغیرہ وغیرہ حالانکہ اپنے وقت کے اندر حضرت مرحوم اہل السنۃ والجماعت کے اہم اور قویہ سنت کے داعی اور شرک و بدعت کے ماحی تھے جن کے سینکڑوں جید محقق اور مدرس قسم کے عالم مرید ہیں اور دین کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں اور یہ ناچیز بھی ان کے ظاہری و باطنی علوم اور کمالات کا خوشہ چین اور خاتم المریدین ہے۔ حاشا و کلا حضرت مرحوم میں ایک بات بھی ایسی موجود نہ تھی جو اہل السنۃ والجماعت کے عقائد اور فہم حق کے خلاف ہو تحقیق و تدقیق کا مقام ہی اور ہے اور ایسے ہی اکابر کے بارے میں غالباً مجذوب کامل نے یہ کہہ کر کہ

تو جو نہ رہا ساقیا، پیئے کا کیا مزہ رہا

پینا نہ غم رہا رہا، پنی بھی تو میں نے پی نہیں

پیر مغال کا دم کہاں، اس کی وہ بزم کج کہاں

بادہ نہیں تو ہم کہاں، زیست یز زلیست ہی نہیں

۳ و ثانیاً حضرت مرحوم کا تقدیر لوح محفوظ اور علم خداوندی کے بارے میں صرف وہی عقیدہ تھا جو تمام اہل السنۃ والجماعت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ تقدیر کا مسئلہ حق ہے اور من و عن تمام اشیا۔ لوح محفوظ میں درج اور ثبت ہیں اور قبل از وقوع حوادث ہر ایک چیز

سے فرداً فرداً اور تفصیلاً اللہ تعالیٰ کا علم محیط اور ازلی متعلق اور البتہ نہ یہ کہ وقوع کے بعد ان سے خدا تعالیٰ کا علم وابستہ ہو تب جبکہ تقدیر کا خیال ہے۔ چنانچہ حضرت مرحوم اپنی بلند پایہ تصنیف میں اپنے قلم سے مسئلہ تقدیر کی بحث اور تحقیق کرتے ہوئے حضرت اہم نوویؒ کی ایک عبارت سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ۔

اعلم ان مذهب اهل الحق

اثبات القدر ومعناه ان

الله تبارک وتعالی قدر

الاشیاء فی القدر و علم هو

مبیان انہا متفق فی اوقات معلومة عندہ سبحانه

وتعالی علی صفات مخصوصة۔ نووی ص ۲۰۲

فوی تقع علی حسب ما قدرہا

سبحانہ وانکرت القدریۃ

هذا وزعمت انہ سبحانہ

لہ یقدرہا ولم یقدم علمہ

وانہما مستان لفة العلم ای

انما یعلمہا سبحانہ بعد

وقوعہا وکذبوا علی اللہ سبحانہ

وتعالی وجل عن اقوالہم الباطلة

علوا کبیرا۔ نووی شرح مسلم ص ۲۰۲

بنظر اکثر ائمہ حدیث و علم تصنیف حضرت مولانا حسین علیؒ

کی ذات گرامی ایچے اقوال باطلہ سے بلند اور بالا تر ہے۔

کیا اس تفصیلی عبارت کے بعد بھی انصاف و دیانت کی دنیا میں یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت مرحوم قدری اور معتزلی ہیں؟ یا وہ اہل حق اور اہل سنۃ والجماعت کے عقیدہ

کے خلاف ہیں؟ وہ تو حضرت اہم نویدی کی اس واضح ترجمانیت اہل حق اور قدریہ کو مد مقابل ذکر کر کے اس بات کو واضح کر چاہتے ہیں کہ مذہب تو اہل حق ہی کا صحیح ہے اور قدریہ کا زعم باطل ہے اور اپنے اس دعویٰ پر وہ اہل اہل سنت والجماعت حضرت اہم نویدی سے استدلال و احتجاج کرتے ہیں اور ان کی عبارت اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں درمیان کا ایک جملہ شاید کتابت سے چھوٹ گیا ہے وہ بھی ہم نے بین القوسین درج کر دیا ہے اور آخر کا حصہ بھی ہم نے نقل کر کے بین القوسین سے مقتید کر دیا ہے۔ اگر حضرت مرحوم صرف اتنی ہی عبارت نقل کرتے تب بھی ان کا عقیدہ بالکل روشن اور ظاہر تھا کہ وہ کھول تصنیف کے پیش نظر جب کوئی شخص اپنے کسی بیان کی تائید میں کسی دوسرے کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کے کسی جز سے اختلاف نہیں کرتا تو اس کا لازم یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ کامل اتفاق رکھتا ہے مگر حضرت مرحوم نے تو صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اہم خطاب ۲۸۸ھ کی ایک عبارت کو بطور تائید کے پیش کرنے کے بعد آخری فیصلہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

قلت وقد تظاهروا دلة القطعية
من الكتاب والسنة
واجماع الصحابة على اثبات
القدر وقد قررنا ثمتنا من
المتكلمين ذلك احسن تقرير بعد اوله
القطعية

یہ حضرت مرحوم کی اپنی تصنیف کی اپنی عبارت ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ وہ قدری اور معتزلی ہیں؟ اور قدریہ کے یا لوح محفوظ میں اشیاء کے منضبط ہونے کے منکر ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ کے علم محیط تفصیلی اور انہی کے منکر ہیں؟ اور کیا قدریہ کے مسد کو حق اور ثابت تسلیم کرتے ہوئے کتاب و سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے قطعی دلائل کا اس

پر پیش اور نقل کرنا کسی معتزلی اور قدری کا کام ہے؟ اور کیا آئمہ متکلمین نے نقلی اور عقلی طور پر قطعی دلائل اثبات تقدیر پر پیش کئے ہیں یا اس کے انکار پر؟ اور کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص معتزلی اور قدری ہوا کرتا ہے؟

”مولف نور ہدایت۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر بقول خود عبارت مذکورہ کو عدل انصاف کے ترازو میں رکھ کر اپنی کتابت موازنہ کریں اور خود ہی صحت و سقم کا فیصلہ کریں کہ اصل بات کیا تھی، اور انہوں نے اس کو کیا بنا دیا ہے؟ اور ان کی فہم نارسلنے ان کو کیا شرمندہ کر دیا ہے؟ بقول شخصے کہ ع۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

اب مولف نور ہدایت پر از روئے انصاف و دیانت یہ لازم ہے کہ وہ صاف اور صریح الفاظ میں حضرت مرحوم کو قدری اور معتزلی کہنے سے رجوع اور توبہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس صحیح حدیث قدسی کی زد میں آجائیں مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَدِّيبِ (او کما قال) کیونکہ مولف مذکور نے فرقہ قدریہ کے جو یہ باطل عقیدے لکھے ہیں ان میں ایک بھی حضرت مرحوم کا عقیدہ نہیں تھا۔ وَحَاشَا عَنْ ذَلِكَ کہ (۱) لوح محفوظ میں سب کچھ پہلے لکھا ہوا نہیں (۲) اللہ جل شانہ کا ارادہ قدیم نہیں بلکہ حادث ہے (۳) عالم الغیب والشهادة عزائمہ، جمیع اشیاء موجودات (و) معدومات کا علم نہیں رکھتا بلکہ صرف موجودات کا علم ہے اور اس عالم الغیب والشهادة کو انسان کے متعلق اتنا علم نہیں کہ آئندہ کیا کریگا بلکہ انسان کے کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کو معلوم ہوتا ہے۔ البیاض باللہ اھ بلقظم (نور ہدایت ص ۵) غرضیکہ ان میں ایک عقیدہ بھی حضرت مرحوم کا نہیں یہ محض فریق مخالف اور مولف نور ہدایت کا حضرت مرحوم پر صریح بہتان خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔ حضرت مرحوم کی تو ساری زندگی اسی مسئلہ کی تشریح اور تفسیر میں گذر چکی ہے کہ عالم الغیب والشهادة اور ہر ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بس۔ ایسی بزرگ ہستی کے متعلق جس کا توحید باری تعالیٰ کے بائے میں یہ کھلا ہوا عقیدہ ہر موافق و مخالف پر عیان و آشکارا ہے کیا یہ کتنا صحیح ہے کہ ان کا یہ عقیدہ

ہے کہ انسان کے متعلق اتنا علم نہیں رکھتا کہ وہ آئندہ کیا کرے گا؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ۔ مولف نور ہدایت توازن راہِ جہالتِ فعلی حضرت کے تمام متوسلین کو خطاب کرتے
ہیں مگر ان کا گھر اس ناچیز نے بفضلہ تعالیٰ یہ کہتے ہوئے پورا کر دیا ہے کہ ۔۔۔
صرافی درجہ سناغز بخت مستانہ و آجبا لگائے آسرا بیچلے اک متانہ برسول سے
مولف نور ہدایت نے اپنے تعصب مذہبی کی بنا پر بلاوجہ اس بحث کو طول دیتے ہوئے
یہ بھی لکھا ہے کہ ۔

اب مولوی صاحب فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور آیات قرآنیہ جیسا کہ وَلَيَعْلَمَنَّ
الَّذِينَ وَغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب (معتزلہ) پر منطبق ہیں ۔ مگر
بعض مقام قرآن جو ان کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت
و اے معنی علم کا ظہور لیتے ہیں جس جگہ مخالف آجائے انتہی بلفظہ بلغۃ الحیران ص ۵۸، ۵۹
نور ہدایت ص ۱۰

پھر اس پر سیخ پا اور آگ بھڑک کر جوش و خروش میں آکر اثنائے کلام میں یوں بھی
لکھتے ہیں کہ ۔ ہاں ہاں دیوبندی مجدد کے حاکمانہ اندازِ نشانہ طرزِ فیصلانہ روش دیکھئے کہ
کس دلیری اور جرات کے دیا کہ قرآن و احادیث کے الفاظ مذہبِ معتزلہ پر منطبق ہیں یعنی
معتزلہ کا مذہب قرآن و حدیث کے مطابق ہے اور اہل سنت کا قرآن و حدیث کے خلاف
معتزلہ کے ربحٹ نے واقعی و کالیک فراتض خوب سر انجام دیئے مدعی سست گوہِ حیرت
بلفظہ (نور ہدایت ص ۱۰) اور نیز بلغۃ الحیران ص ۵۸ کی اس عبارت پر کہ اس واسطے سامرے
والے نے اس کا جواب نہ دیا اور کہا کہ نہایت سخت اشکال ہے اور تفسیر کیرٹلے نے کہا کہ
اس کے واسطے بہت جیلے کئے ہیں لیکن کوئی معتبر جواب نہ دیا جس سے تسلی اور یقین آ
جائے ۔ اھ (نور ہدایت ص ۱۰) گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ائمہ اہل سنت نے ہر زمانہ
میں مخالفین و معتزضین کو دندان شکن جواب دیئے مہوت و لا جواب کہ دیا کتب کلام
قدریہ کے رد میں بھری ہیں مگر دیوبندی مجدد و معتزلہ کے وکیل کہتے ہیں کہ مجھے ان سے

تسلی اطمینان نصیب نہیں ہوا معتزلہ غالب ہیں اور اہل سنت مغلوب بلفظہ نور ہدایت ص ۱۰
الجواب ۔ پہلی عبارت میں مولف نور ہدایت نے عجیب حماقت کا ثبوت دیا ہے بلکہ
کی عبارت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ اہل سنت اور معتزلہ مسئلہ تقدیر و غیرہ میں دو
متضاد گمزدہ ہیں اور اہل سنت جس مقام پر علم کے لفظ سے خداوند عز و جل کے لیے حدوثِ علم
کا شبہ ہوتا ہو وہاں علم سے مراد علم ظہور لیتے ہیں اور وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ وَغیرہ میں الفاظ
کے پیش نظر معتزلہ کے مذہب پر اس کا انطباق ہوتا ہے لیکن یہ انطباق صحیح ہے یا غلط؟
حق ہے یا باطل؟ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا اس کی مناسب تاویل کی جاتی ہے؟ یہ اور
اس قسم کی دیگر اہم باتیں اس مقام پر مذکور نہیں ہیں جیسا کہ مولف نور ہدایت ان میں ایک
غلط اور بے بنیاد پہلو کو حضرت مرحوم کی طرف منسوب کر کے اپنے قلبِ مریض کی جھڑپیں
نکلنے کی کوشش کے درپے ہیں بلکہ بلغۃ الحیران کی یہ عبارت کہ مگر بعض مقام قرآن
جو ان (معتزلہ) کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں (بلفظہ) اس امر کا صاف
اور واضح قرینہ ہے کہ وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ وَغیرہ میں ظاہری الفاظ کے پیش نظر جو معنی معتزلہ
نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی لیے آگے اہل سنت کا حوالہ دیتے ہوئے علم کا معنی ظہور
کر کے اس امر کو واضح کر دیا ہے تاکہ کسی کوڑھن کو غلط فہمی نہ ہو مگر ہاں بد بختی کا لکھ بھی کوئی
علاج ہی نہیں ہوا وہ تو عملِ نزاع سے بالکل خارج ہے ۔ اور دوسری عبارت کے اندر بلغۃ
الحیران میں صاحبِ سامرہ اور حضرت امام رازی سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ معتزلہ کا تقدیر کے
سلسلہ میں اشکال قوی ہے اور اس کا جواب مشکل ہے اور امام رازیؒ نے یہ فرمایا کہ اگرچہ اس
کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں مگر اطمینان اور تسلی کسی سے نہیں ہوتی ۔ مولف نور ہدایت کی
کمال بے حیائی اور بے باکی ملاحظہ کیجئے کہ وہ امام رازیؒ اور صاحبِ سامرہ کا نام تک نہیں لیتے اور
بقولِ عارف عی بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن پر عمل کرتے ہوئے وہ اس سب مضمون کو
حضرت مرحوم کے سر تھوپتے ہیں اور جن کے حوالہ سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے ان کا نام تک
نہیں لیتے اور شیر مادر سمجھ کر غٹ رلو کر جاتے ہیں، اور گمراہ مسکین بن کر دیانتداری کو بالائے

طاق رکھتے ہیں۔ حیرت ہے ایسے علم پر تعجب ایسی دیانت پر حیرت ہے ایسی دیانت پر، تاسف ہے ایسی حق پرستی پر، مگر ان کو کیا وہ تو اس پر عمل پیرا ہیں کہ عہد نام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

صرف نور ہدایت کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسئلہ تقدیر حق اور ثابت ہونے کے باوجود اب مسائل ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مسئلہ تقدیر میں بحث و تحقیق سے منع فرمایا تھا۔ اور علماء اُمت نے باوجود اس کے کہ انہوں نے مخالفین کو جوابات دیے ہیں۔ پھر بھی اس کے مشکل ہونے کا اقرار کیا ہے اور کہی مسئلہ کسی باطل پرست کا کوئی شبہ اور اشکال اگر مشکل ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسئلہ ہی باطل ہو جائے یا باطل پرست غالب اور حق کو مغلوب ہو جائے۔ یہ ان کی کج فہمی اور بے علمی کا ثبوت ہے۔ اگر مولف نور ہدایت چاہے تو ہم ان کو بیسیوں ایسے مسائل باحوالہ کتب بتا سکتے ہیں جن میں اہل حق متحیر ہے ہیں اور صاف لفظوں میں اس کا اقرار کیا ہے کہ ان کا جواب مشکل ہے۔ مولف نور ہدایت نے علمی و تحقیقی طور پر کیسی پست ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس مقام پر ہم صرف ایک حوالہ درج کر دیتے ہیں اگر فرق مخالف کی طرف سے کچھ کہا گیا تو ان کی طبیعت صاف ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز۔ یار زندہ صحبت باقی۔

اہم عبدالوہاب شرعانی لکھتے ہیں کہ۔

فان قلت فما المراد بقوله
تعالى وَلَنْبَلَّوْكُمْ حَتَّى تَعْلَمُوا
وقوله تعالى وَلْيَعْلَمُوا اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ
ورسله بالغيب ونحوها من الآيات
فان ظاهر ذلك يقتضي ان الحق
تعالى يستفيد علماً بوجود المحدثات
فالجواب ان هذه المسئلة اضطربت

اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ
ہم تمہارا امتحان لیں گے حتیٰ کہ ہم جان لیں اور
اسی طرح یہ فرمان کہ تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ان
لوگوں کو جو ہیں دیکھے اس کے دین اور اس کے
رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور اسی طرح کی اور آیات
آیات قرآنی کہ یہ بظاہر اس کو چاہتی ہیں کہ اللہ
تعالیٰ کو محدثات کے موجود ہونے کے بعد ہی علم

فہم باخول العلماء ولا يزيل
اشكالها الا الكشف الصحيح
بلفظه (اليواقيت والجواهر ص ۸۶)

اور پھر گے شیخ الصوفی محی الدین ابن عربی کے حوالہ سے اسی مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔
هذه مسئلة حادثة فيها الحقول
(جلد ۱ ص ۶۸)

مولف نور ہدایت کو اب اپنے (اور قبول خود اپنی) قلم کار خ ان حضرات کی طرف پھیر دینا چاہیے جو یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں بڑے بڑے ماہر اور متبحر عالم بھی متحیر رہے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ نہ تو یہ مسئلہ ان کے خیال میں قرآن سے حل ہوتا ہے اور نہ حدیث سے اور نہ اجماع سے اس کے شکوک زایل ہو سکتے ہیں اور نہ قیاس سے بلکہ اس کا صحیح حل صرف کشف صحیح ہے۔ اور کشف کے بارے میں مولف نور ہدایت اپنے کسی قابل استاد سے پوچھ لیں کہ آیا وہ قطعی ہونا ہے یا ظنی؟ وہ موجب حکم شرعی ہے یا نہیں؟ اہم عبدالوہاب نے تو یہ صاف کہہ دیا ہے کہ قرآن و حدیث وغیرہ دلائل سے یہ مسئلہ سرے سے حل ہی نہیں ہوتا اور نہ اس کے اشکالات رفع ہو سکتے ہیں؟ بلکہ صاحب کشف صحیح ہی اس کو حل کر سکتا ہے؟ کشف کتنے لوگوں کو ہوا یا ہوتا ہے؟ اور پھر کشف صحیح کس کس کو ہوا یا ہوتا ہے؟ اس کا جواب تو مولف نور ہدایت ہی بہتر فرم سکتے ہیں۔ ہم تو یہی عرض کریں گے کہ سہ

شادوم کہ از قیاباں دامن کشاں گذشتی
گوشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

الحاصل حضرت مرحوم اللہ تعالیٰ کے علم قدیم ازلی کو صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اس کے بھی صاف لفظوں میں قرہ ہیں کہ تقدیر کا لوح محفوظ اور کتاب مبین میں درج

علی بقول مولف نور ہدایت ورنہ بلغة الحیران حضرت کی اپنی تصنیف نہیں ہے۔

اور ثبت ہوا ماحی ہے۔ چنانچہ بلغۃ الحیران صفحہ ۱۳۳ میں ہے اَلَّذِیْ فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ اِس سے یا لوح محفوظ مراد ہے۔ یا علم اللہ تعالیٰ مراد ہے یا وہ اعمال نامہ جو کہ فرشتوں کے پاس ہوتے ہیں باقی اس مسئلہ کی تحقیق کما حقہ میں ایک رسالہ ہے اور اَمْرُ الْکِتَابِ مراد وہ کتاب ہے جو کہ یَعْلُو اللہ مَا یَسْتَأْذِرُ اور یُذِنُّ سے تعبیر کی جاتی ہے اس پر کوئی واقف نہیں ہے انتہی بلفظہ۔ اور خود اپنی تصنیف میں حضرت مرحوم اس حدیث کی شرح میں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر ثبت فرمائی ہے (مسلم شریف) حضرت امام نوویؒ کے حوالہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

المراد تحديد وقت الكتابة اس کتابت سے لوح محفوظ یا کسی اور چیز فی اللوح المحفوظ او غیرہ لا اصل میں کتابت کی تحدید مراد ہے اصل تقدیر التقدير فان ذلك انزل لا اول له مراد نہیں ہے کیوں کہ وہ تو ازلی ہے اس کی (تقریرات حدیث ۱۹۴)

غور کیجئے کہ حضرت مرحوم تقدیر اور خدا تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ میں تمام اشیا کے ضبط ہونے کا کیسا صریح اقرار کرتے ہیں اور اپنے اس دعویٰ پر وہ قرآن کریم حدیث شریف اور اجماع صحابہ کرام کا حوالہ دیتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعت کے نامور اور محقق عالم حضرت امام نوویؒ وغیرہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنے دعویٰ کو میرزا بن کرتے ہیں۔ اگر بائیں ہمہ حضرت مرحوم معتزلی اور قدری ہیں اور ان کا عقیدہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور اجماع صحابہ کرام اور اہل السنۃ والجماعت کے خلاف ہے تو مولف نور ہدایت (وغیرہ) اپنے کسی لائق استاد سے پوچھ کر ہمیں یہ بتائیں کہ اہل السنۃ والجماعت کس گمراہ کا نام ہے؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ خواہ مخواہ کیوں مخلوق خدا کو دھوکا دے کہ گمراہ کرتے اور اولیاء اللہ سے بطنی کر کے محاربت الہی کا تمذہ حاصل کرتے ہو؟ پہلے ہم سے ہمارے عقائد پوچھ لو پھر ہمارے مقابلہ میں محاذ قائم کرو۔

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ نہ تباہی زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے؟

مولف نور ہدایت کی حواس باختگی۔

مولف مذکور نے احکام تشریعی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل اور شارع قرار دیتے ہوئے توضیح و توجیح اور عارف صمدانی امام عبدالوہاب شعرائی اور امام نوویؒ و شاہ عبدالحمز صاحب کے حوالجات یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ چونکہ اپنے اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے لہذا شارع اور مختار تھے ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ یعنی جب آپ کو امور تشریعی میں مختار کیا گیا (نور ہدایت ص ۲) اور پھر امام شعرائی کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی اور اس کا یوں ترجمہ کیا کہ یعنی بیشک جسے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا وہ آئندہ ہے اس سے جسے نبی پاک علیہ السلام نے اپنی طرف سے فرض فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مختار کیا کہ جو چاہیں واجب یا ناجب کریں۔ بلفظہ (نور ہدایت ص ۱۸)

اور امام نوویؒ سے وللشارع ان یخص احد نقل کرنے کے بعد پھر شیخ عبدالحق صاحب سے نقل کیا ہے کہ احکام مفوض است بآحضرت الخ اور اس نام بحث سے ان کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شارع تھے لہذا آپ مختار کل تھے۔ الجواب :- مولف مذکور کا ان دلائل سے آپ کا متنازع فیہ معنی (یعنی مافوق الاسباب امور) میں مختار کل ثابت کرنا زری جہالت ہے۔ اولاً اس لیے کہ مولف نور ہدایت کا تو یہ دعویٰ ہے کہ۔ کیونکہ ہم تو سرور کائنات خرموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو باعلام اللہ تعالیٰ آئندہ ہونے والے واقعات سے بھی آگاہ سمجھتے ہیں اور ماکان وما یکون کا عالم اعتقاد رکھتے ہیں بلفظہ (نور ہدایت ص ۱۳)

سوال یہ ہے کہ جب آپ عالم ماکان وما یکون تھے اور آپ کو علم غیب حاصل تھا تو آپ کو اجتہاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اجتہاد و قیاس سے کام لینا

تو اس کا کام ہے جس کو علم غیب حاصل نہ ہو؟ علم غیب و علم مآکان و مایکون اور اجتہاد و قیاس جمع کیسے ہو گئے ہیں؟ نیز قیاس و اجتہاد تو مافوق الاسباب امور میں نہیں ہونا بلکہ اس کا تعلق تو ماتحت الاسباب امور سے ہے۔ اس مسئلہ کی مبسوط بحث ہم نے اپنی مفصل کتاب ازالۃ الريب عن مسئلہ علم الغیب میں کر دی ہے وہاں ہی دیکھ لیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ آپ اپنی رائے اور اجتہاد سے بھی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے مگر سادات حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس کی ایک شرط بھی ہے۔ اس کی پوری بحث تو ازالۃ الريب میں دیکھیں ہاں ایک حوالہ اس سے مستزاد یہاں ملاحظہ کر لیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ۔

ثم اعلم ان للانبیاء علیہم السلام ان یجتہدوا مطلقاً و علیہ الذکر او بعد انتظار الوحی و علیہ الحنفیۃ اھ (شرح فقہ اکبر ص ۱۶)

پھر جان لینا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً اجتہاد کرنے کا حق تھا مگر علماء احنافؒ یہ فرماتے ہیں کہ وحی کی انتظار کے بعد آپ کو اجتہاد کا حق تھا۔

انتظار وحی کی قید جو توضیح و توجہ میں مذکور ہے مولف نور ہدایت نے ہر پ کر لی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک یہ ایک بنیادی شرط ہے۔ نیز یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتہاد میں بقیہ مجتہدین کی طرح خطا کا امکان بھی ہوتا ہے اگر ان کو علم غیب یا مآکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو پھر خطا کا کیا مطلب؟ کیا عالم الغیب کے بھی کبھی خطا سرزد ہو سکتی ہے؟ ہاں یہ الگ بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً تنبیہ نازل ہو جاتی ہے اور دیگر مجتہدین کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ ازالۃ الريب کے حوالوں سے الگ ایک حوالہ ہم یہاں عرض کرتے ہیں وہ ملاحظہ کر لیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

پیغمبران نیز گاہے اجتہاد سے گزرتے و انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی کبھی اپنے بقوت عقل خود از قواعد شرع حکمی رائے اجتہاد اور اپنی قوت عقل کے مطابق قواعد شرع فہم و آں حکم خطا سے شود و از حضور سے کسی حکم کو سمجھتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک خداوندی پیغمبر ال را بر آں خطا زود متنبہ نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کو اس سے گزند اھ (تفسیر عزیزی پاؤں علم ص ۱۶) پر تنبیہ کی جاتی ہے۔

اگر مولف نور ہدایت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے جواز اجتہاد سے ان کا متنازع فیہ معنی میں محتار کل اور تصرف فی الامور ہونا ثابت کرتے ہیں تو ان کو تمام مجتہدین اسلام کے لیے یہ غنیمت رکھنا چاہیے کہ وہ بھی محتار کل ہیں۔ کیونکہ آخر وہ بھی تو دلائل شرعیہ کے رو سے اجتہاد اور قیاس کرتے ہیں۔ پھر سب کے سب کیوں نہ محتار کل ہو جائیں؟ مزید بحث کے لیے راہ سنت کا مطالعہ کیجئے و ثالثاً بلا شک مجازی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر شارع کا لفظ اطلاق ہو سکتا ہے اور بہت سے علماء کرام کی عبارات میں ہوا بھی ہے مگر اس میں بھی نزاع نہیں ہے کیونکہ جن امور میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ اجتہاد و قیاس فرمایا کرتے تھے یہ مفروض غنیمت بحث ہے اور تفویض احکام سے دو سکے دلائل کے پیش نظر یہی مراد ہے۔ چنانچہ ہم نے حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کی کچھ عبارتیں ازالۃ الريب میں نقل کر دی ہیں وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ اور اسی طرح فرض وغیرہ کی نسبت بھی آپ کی طرف عیاں کہ امام شعرانیؒ نے کی ہے صرف مجازی ہے حقیقی طور پر شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ وہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ونحن نعلم ان الشارع هو الله و انہم جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی تعالیٰ ولا یعزب عن علمہ شیء ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز اوچھل نہیں ہے ولو كانت اباحت ذلك امر خالصہ اور اگر اس چیز کی اباحت ایک قوم کے ساتھ مخصوص بقوم دون اخیرین لبینہما تعالیٰ ہو اور دوسروں کے حق میں نہ ہو تو یہ ضروری امر تھا علی لسان رسولہ صلی اللہ علیہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم

وسلم فانه صلى الله عليه وسلم مبلغ عن الله احكامه فيما اراده الله تعالى لا ينطق قط عن هوى نفسه ولا ينسى شيئا مما امره بتبليغه انه هو اذ وحي يوحى وما كان ربك نسيا و ما قرر تعالى من الشرائع الملائق به المصلحة في العالم فلا يزداد فيه ولا ينقص اهل البياقوت والجاه جلد ۲ ص ۵۲)

عارف صمدانی اہم شعرانی کی یہ کتاب اس امر کی واضح ترجمت ہے کہ وہ شارح صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے ہیں جہاں انہوں نے یا کسی اور نے شارح کا لفظ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے تو اس سے مراد صرف مجازی طور پر ہے کہ آپ مبلغ عن اللہ ہونے کی وجہ سے شارح ہیں اور آپ کی زبان پاک سے اللہ تعالیٰ یہ اعلان کروانا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تشریحی طور پر بھی آپ محتار کل نہیں تھے جو مؤلف نور ہدایت کا باطل مدعا جس پر اہم شعرانی وغیرہ کی عبارت کو انہوں نے از روئے جہل اپنی دلیل سمجھ رکھا ہے اسی غلط نظریہ پر اس عبارت مذکورہ نے ہجاری کر کے اس کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا ہے کیونکہ

کہا گیا ہے کہ

چمن میں تھیں ڈالیں ہزاروں مگر مقدر کا کھیل دیکھو

گری اسی شارح پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

سوال از آسمان وجواب از ریماں

مؤلف نور ہدایت نے متعدد معجزات سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محتار کل

اور تصرف فی الامور ہونا ثابت کرنے کی لامحل اور بے جاحی کی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ نے خوشہ سڑا کو بلایا وہ آگیا پھر اس کو واپس درخت پر بھیج دیا (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۰ و مشکوٰۃ ص ۵۳۱) اور لکھا ہے کہ خوشہ خرابا بغیر کسی کے ٹوٹنے کے مافوق الاسباب کے طور پر نیچے آگرا (نور ہدایت ص ۵۳۱) اور نیز یہ کہ آپ نے اشارہ سے بادلوں کو مدینہ طیبہ پر مدینہ برسانے کا حکم دیا اور وہ بادل مدینہ برسا گئے اور پھر اشارہ سے بادلوں کو ہٹ جانے کا حکم دیا (بخاری جلد ۱ ص ۱۲۱) اور یہ کہ آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ دکھایا (بخاری ج ۱ ص ۵۱۲ و مسلم جلد ۲ ص ۲۴۳ و ترمذی جلد ۲ ص ۵۳۱) اور اس پر یہ حاشیہ چڑھایا کہ اس روایت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کا ظہار آپ کے قصد و اختیار سے ہوا چاند کا دو ٹکڑے کر دینا تصرف مافوق الاسباب نہیں تو اور کیا ہے؟ (نور ہدایت ص ۱۵۳) اور یہ کہ حضرت جریر بن عبد اللہ گھوٹے پر نہیں بیٹھ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تو پھر گھوڑے سے نہیں گرے (مشکوٰۃ ص ۵۳۵ و بخاری ص ۶۲۳ و ۲۲۴) اور یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ کو حدیثیں یاد نہیں رہتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چادر بچھا کر اس کو اپنے سینہ سے لگائے تو وہ کبھی نہ بھولے گا چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایسا ہی کیا اور پھر وہ نسیان سے کبھی دوچار نہیں ہوئے (بخاری ص ۲۱) اور پھر اہم قسط لانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں وہذا من المعجزات الظاہرات اھ (جلد ۲ ص ۵۳) اور پھر لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نسیان دور فرماتے ہیں۔ اور حافظ عطاء فرماتے ہیں وہ۔ ذاهو التصرف مافوق الاسباب بلفظ (نور ہدایت ص ۱۲۱) اور نیز یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عتیک کی ایک خاص موقع پر ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور آپ نے جب اپنا دست سینا پھیرا تو ان کی تکلیف جاتی رہی اور پھر کبھی تکلیف نہ ہوئی (بخاری ص ۵۵ و مشکوٰۃ ص ۵۳۵) اور نیز یہ کہ حضرت سلیمہؓ کو تلوار لگی اور وہ زخمی ہو کر زندگی سے کچھ بالوس سے ہو گئے آپ نے ان کے زخم پر تین مرتبہ جھونکا تو اس کے بعد ان کو پھر کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۳۳ و بخاری ص ۶۰۵) اور یہ کہ حضرت علیؓ کو آشوب چشم کی سخت تکلیف تھی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے لعاب دہن شریف لگایا تو فوراً مرض جانبار (دیکھو مشکوٰۃ ص ۵۶۳) اور بخاری و مسلم اور نیز یہ کہ آپ کی انگلیوں سے کھانا نکلا (مسلم جلد ۲ ص ۱۹۹) اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ کی کھجوروں میں برکت ہوئی (مشکوٰۃ ص ۵۲۴) و بخاری ص ۲۹۹) اور حضرت ابوطالب کے ہاں ایک روٹی میں برکت ہوئی اور انہی صحابہ کرامؓ اس سے سیراب ہو گئے (مشکوٰۃ ص ۵۲۴) بخاری ص ۵۵۵ و مسلم ص ۴۴ و ترمذی ص ۲۲) اور غزوہ تبوک کے موقع پر تھوڑی سی اشیاء میں برکت ہو گئی (مشکوٰۃ ص ۵۳۸ و مسلم ص ۴۴) اور حضرت جابرؓ کے چار سیر جو اور بکری کے بچہ میں جو فروج کیا گیا تھا برکت ہو گئی (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵۳۲ و بخاری ص ۵۸۸ و مسلم جلد ۲ ص ۱۸۹) اور حدیث کے موقع پر آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا (مشکوٰۃ ص ۵۳۲ و قال متفق علیہ بخاری ص ۵۹۱) اور زور کے مقام پر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا (مشکوٰۃ ص ۵۳۴ و بخاری ص ۵۹۱ و مسلم جلد ۲ ص ۲۴۶) یہ اور اس قسم کے دیگر متعدد واقعات مولف نور ہدایت نے نقل کئے ہیں اور ان کی عبت کی طرف سے محدث کچھ چھوٹی صاحب وغیرہ نے بھی پیش کئے ہیں اور اس طرح کے اور بھی متعدد واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں ان واقعات کو مولف نور ہدایت نے پیش کر کے حضرت علیؓ کی آستوب چشم والی حدیث کے بعد یہ لکھا ہے کہ ۔

ایسے اور متعدد واقعات کتب احادیث میں مروی ہیں۔ دیکھا آپ نے ہمارے نبی کیسے متصرف دافع البلاء مشکل کشا اور نافع ہیں صلی اللہ علیہ وسلم؟ اور اس طرح بلا اسباب عادی مرض کا دور کرنا تصرف بھی مافوق الاسباب طریق پر ہے اہل غلط (نور ہدایت ص ۱۲۱)

الجواب ۔ یہ تمام واقعات جن کو ہم نے اپنے الفاظ اور عبارت میں مولف نور ہدایتؒ ہی کے پیش کردہ حوالوں سے نقل کیا ہے (لہذا نقل تصحیح ہم پر عائد نہیں ہوتی) ہمارا ان میں سے ایک ایک واقعہ پر (جو سند صحیح ہے) ایمان ہے اور ہم معجزات کو بلا قیل و قال تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ خود مولف نور ہدایتؒ سورہ فہم کا شکار ہیں۔ انہوں نے معجزہ کو نبی کا اپنا اختیاری فعل سمجھ رکھا ہے اور پھر اس کو وہ علی الاطلاق مافوق الاسباب تصرف سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر خیر سے مافوق الاسباب کا متنازع فیہ معنی بھی نہیں سمجھے ہم ان تمام امور کو ابواب

سابقہ میں شرح و بسط کے ساتھ عرض کر چکے ہیں مزید اس پر کچھ کہنے اور کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔ غرضیکہ معجزات و کرامات و معجزہ کے واقعات سے متنازع فیہ معنی میں مختار کل اور متصرف فی الامور وغیرہ کا مسئلہ ثابت کرنا سوال از آسمان اور جواب از رسیان کا خارجی صدق ہے اور دعویٰ اور دلیل میں سکرے کوئی مطابقت ہی نہیں پائی جاتی۔ لہذا ایسے بے بنیاد دعویٰ کسی بھی بالانصاف عدالت میں ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتے اور صحیح دلائل کا ان بے بنیاد دعویٰ پر فراہم کرنا فریق مخالف کے بس میں نہیں ہے۔

از ممکنات نیست وصال حصول دوست
دست گدا بدامن سلطان نمی رسد

مولف نور ہدایت کا دجل

مولف مذکور نے اپنے پیشرو صاحب انوار ساطعہ وغیرہ کی طرح جنہوں نے ذمہ جابر و ظہر اور علم غیب میں ایسا ہی ایک باطل اور فاسد قیاس کیا ہے (دیکھئے انوار ساطعہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل ہونے کو ان احادیث پر بھی قیاس کر کے اپنے دجل اور تبیس کا پورا ثبوت دیا ہے جن میں دجال لعین کے استدراج کا تذکرہ آیا ہے کہ دجال آسمان کو حکم کرے گا تو زمین برس پڑے گا اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ سبزہ اگاھے گی اور ویران زمین پر گدھے گا اور وہاں کے خزانوں کو حکم دے گا تو وہ اس کے ساتھ چل پڑیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے ساتھ چل پڑتی ہیں (مشکوٰۃ ص ۴۴۳) مسلم ص ۴۴ و ترمذی ص ۴۴) مولف مذکور لکھتا ہے کہ اتنا فرق ضرور ہے کہ ہمارے نزدیک جتنے تصرفات اور اختیارات اس مردود کو حاصل ہوں گے اس سے کہیں زیادہ اہم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں اور بعض یار لوگوں کے نزدیک دجال تو متصرف و مختار ہو گا مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم متصرف و مختار نہیں بلکہ آپ کے لیے ایسا تسلیم کرنا ان کے دھرم میں شرک صریح ہے الخ (نور ہدایت ص ۱۲۱)

الجواب :- ملاحظہ کیا آپ نے کہ جناب ام المانیہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار کل اور متصرف ہونے کو کس طرح دجال لعین کے تصرفات پر قیاس کر کے مؤلف نور ہدایت نے کمال بے حیائی اور دجل و تبلیس کا ثبوت دیا ہے اور اس دجالی قیاس کے وقت ان کو شہرم بھی نہیں آئی کہ کیونکر دجال کے جادو اور طلسم و استدراج وغیرہ کے تصرفات پر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مافوق الاسباب تصرفات کو قیاس کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس دجالانہ قیاس کی وجہ سے کہیں آپ کی توہین تو نہ ہوگی؟ العیاذ باللہ مگر ان کو اس سے کیا واسطہ؟ ان کی تو ایک بڑی وزنی دلیل معرض وجود اور منصفہ شہود میں آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے خدا جانے وہ کتنے مودعے سر کر رہے گئے اور کتنے قطعی دلائل کو اس سے رد کریں گے بقول شخصے ع

میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

ہم متعدد دجالوں سے اسی کتاب میں اہل السنۃ والجماعت کا یہ مذہب نقل کر آئے ہیں کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے نبی اور ولی کا اپنا فعل نہیں ہوتا اور نہ ان کے کسب و اختیار کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے جب اہل السنۃ والجماعت نبی اور ولی کے خارق عادت فعل کو ان کا اختیار ہی فعل تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہی نہیں تو دجال لعین وغیرہ کے خارق عادت کو وہ بھلا کیونکر ان کے اختیار ہی فعل تسلیم کر سکتے ہیں؟ اور گند چکا ہے کہ جمہور اہل اسلام معجزات اور کرامات کو بھی مطلقاً مافوق الاسباب تصرفات نہیں مانتے۔ تو پھر دجال کے تصرفات اور خوارق کو کون مافوق الاسباب امور تسلیم کرے؟ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ دجال لعین کے ہاتھ پر چند امور کا ظہور ہو گا جن میں ایک شخص کو قتل کر کے اس کا زندہ کرنا بھی شامل ہے۔ مگر جب دوبارہ اس شخص کو اس کے لگ جی گونی کی وجہ سے غصہ میں آکر دجال لعین ذبح کرنا چاہے گا تو باوجود تنہائی کوشش کے فلا ینت طبع الیہ سبیل (مسلم جلد ۲ ص ۴۴۴ مشکوٰۃ ص ۴۴۴) اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور اس کی وجہ بھی صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ

کا یہ ایک امتحان ہو گا جو دجال لعین کے ذریعہ سے پورا ہو گا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت ہی سے ہو گا جب وہ نہیں چاہے گا تو کچھ بھی نہ ہو گا۔ چنانچہ امام نووی حدیث دجال کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

فیقع کل ذلك بقدرۃ اللہ و یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت مشیتہ ثم یعجزہ اللہ تعالیٰ سے واقع ہو گا پھر اللہ تعالیٰ دجال کو اس کے بعد ذلك فلا یقدر علی قتل بعد عاجز کر دے گا نہ تو وہ اس شخص کو قتل کر سکے ذلك الرجل ولا غیرہ ویبطل امرہ گا اور نہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ اس کی کار دانی (شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۹۹) کو باطل کر دے گا۔

اور یہ قتل کرتا بھی کسی مافوق الاسباب طریق پر نہ ہو گا بلکہ مسلم وغیرہ کی صحیح روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ پہلی مرتبہ وہ منشار (آری) سے اس مرد مومن کو دو ٹکڑے کر دے گا اور دوسری دفعہ خناس (تانبے) کے اوزار سے اس کو قتل کرنا چاہے گا۔ مگر نہ کام و نامراد رہے گا۔ دیکھی آپ نے دجال لعین کے تصرف کی حقیقت کہ باوجود چاہنے اور کوشش کرنے کے بھی وہ اس مومن کو دوبارہ قتل نہیں کر سکے گا۔ مگر مؤلف نور ہدایت یہ لکھتے ہیں کہ کیونکہ ان کے عقیدہ میں ایسے اختیارات تو کسی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتے بلکہ الوہیت کا خاصہ ہیں۔ بلغظہم (نور ہدایت ص ۱۲)

مگر ان تمام اجاث میں مؤلف مذکور مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی سکر سے اصطلاح ہی کو نہیں سمجھا اور خواہ مخواہ دوسروں کو مؤثر الزام قرار دیتا ہے سچ کہا گیا ہے :-

وكم من عائب قولاً صحيحاً

وافته من الفهم السقيم

مؤلف مذکور کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاصۃ الوہیت وہ اختیارات اور تصرفات ہیں جو مافوق الاسباب ہیں اور جب چاہے اور جس طرح چاہے تو اس کے ارادہ اور

مشیت میں کوئی مانع نہ ہو سکے اور نہ اس کو کوئی روک سکے اگر مولف مذکور کو غیر اللہ کے لیے تصرفات ثابت کرنے ہی ہیں تو محل نزاع کو سمجھ کر ادیتش نظر رکھ کر دلائل تلاش کریں بلا وجہ اہل حق سے اختلاف اور جھگڑا کر کے کیوں اپنی آخرت برباد کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو صحیح سمجھ اور خالص توحید اور سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے یہ ہماری شرافت اور دیانت ہے کہ ہم نے باوجود فریق مخالفت کی انتہائی تلخ کلامی کے بھی دامن انصاف اور زبان کو محفوظ رکھا ہے کہ۔ ع

زباں رکھتے ہوئے بھی ہم بہت ہیں بے زباں اب تک

حبیدہ انکشاف

مولف نور ہدایت نے حضرت ابوسعید بن الخدریؓ کی اس مرفوع روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہتا ہے تو اس عبد (کامل) نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو اختیار کر لیا اور فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَبْدًا خَفِضَ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي ذَاتِ كَرَمِي جِي جِي۔

ہو الخیر۔ (بخاری ص ۱۶۹، مسلم ص ۲۶۶)

اور پھر ابوالفضلؓ کی روایت ترمذی (ص ۲۶۶) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ۔

فَلْخْتَارَ لِقَاءَ رَبِّهِ الْحَدِيثِ اس بندہ نے اللہ کی ملاقات کو پسند کیا۔

اور پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ۔ یہ خطبہ مختار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے مدعی پر صریح الدلائل ہے اور عبارتہ اس پر وال ہے کہ مختار کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کو امور تجویز میں کو اختیار حاصل ہے آپ نے اپنے اختیار اور مرضی سے اس دار فانی سے کوئی فرمایا اور تلفظ (نور ہدایت ص ۱۷۱) خط کشیدہ عبارت اسی طرح ہے جس میں بظاہر ستم ہے۔

الجواب یہ ہے مولف نور ہدایت کی دلیل سبحان اللہ مشہور ہے کہ کسی نے ایک شخص سے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے بڑے وقار اور سنجیدگی سے یہ جواب دیا کہ میں ذربے عفت عین ذربے عفت میرا نام محمد یوسف یقین کیجئے کہ بلا بلا لغتہ یہی حال ہے دیگر اہل بدعت حضرات کا

عموماً اور مولف نور ہدایت کا خصوصاً اس روایت کا قنارے ذیلہ مافوق الاسباب تصرفات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ اس مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہے مگر مولف مذکور اس کو اپنے دعوے کے لیے عبارتہ النص اور صریح الدلائل کہتے ہیں شاید انہوں نے یہ کہی سے سن کر غلطی میں بیان کر کے نعروں کی گونج میں اس کی داد حاصل کر لی ہے اور پھر وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ ہمارے دعوے کی صریح الدلائل دلیل ہے مگر اس سے کیا حاصل؟ یقین کیجئے کہ آپکو دعوے اور دلیل میں مطابقت ملحوظ رکھ کر اس پر دلیل پیش کرنا ہے اور یہ دلیل بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور جلالت شان کے مطابق ان کے لیے یہ آیتیں رکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کو وفات کی اطلاع دی جاتی ہے اور یہ فرمایا جاتا ہے کہ اب آپ کی ڈیوٹی اور زندگی تو پوری ہو چکی ہے اگر آپ معہ دنیا میں مزید رہنا چاہتے ہوں تو ہم مزید مہلت دے دیں کیونکہ ہم قادر ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نبی راضی برضا ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے طے شدہ سابق فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے آخرت کو ترجیح دیتے ہیں یہ نہیں کہ موت و حیات ہی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے نازل شدہ کسی حکم کے کسی پہلو اور شق کو اختیار کر لینا یہ مافوق الاسباب امر نہیں ہے۔ اور یہی مولف نور ہدایت کی اصولی غلطی کا مقام ہے۔ ع

سخن شناس نور دلبر اخطا اینجا است

موت اور حیات وغیرہ جو مافوق الاسباب امور ہیں ان کا اختیار خود اپنے لیے بھی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے زندگی کے آخری لمحات میں یہ فرمایا کہ اے پروردگار میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں ثُمَّ قَالَ اللَّهُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى (بخاری ج ۲ ص ۱۳۸) اور ایک روایت میں ہے کہ۔

ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي پھر اپنے فرمایا کہ اے اللہ مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحمت والحقنی بالرفیق (بخاری ص ۱۳۹) نازل کرو اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔

اگر وفات کا آپ کو اختیار و تصرف دیا جا چکا ہوتا تو اس صریح روایت کا کیا مطلب ہے؟ مولف نے لفظ مخیر اختیار سے یہ دلیل پیش کرنے کی جرات کی ہے۔ اگر وہ ہم سے دریافت کر لیں تو ہم ان کو تخیل و اختیار کے سینکڑوں حوالے بتلا دیں گے اور یوں ان کے دلائل میں قابل قدر اضافہ ہو جائے گا مگر اس سے ان کو ایک رتی بھر فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ امر محل نزاع نہیں ہے۔ اپنی کتاب کا نام ملاحظہ کیجئے۔ (تحفۃ الاحباب فی التصرفات مافوق الاسباب) اور پھر اس پر مافوق الاسباب کے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر دلیل پیش کیجئے۔ اگر بن پڑے، ورنہ سکوت اختیار کر لیجئے۔

اس جن میں پیرو بل ہو یا تمیز گل

یا سراپا نالہ بن جانا نوا پید اندکھ

اسی طرح مولف نور ہدایت نے اس روایت سے بھی اپنے باطل مٹنی پر استدلال کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب پہلی مرتبہ ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی (اس پر مخیرین حدیث اور باطل پیستوں کا ایک شبہ ہے ہم انشاء اللہ شوق حدیث میں اس پر کلام کریں گے، یہ اس کا مقام نہیں ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آنکھ عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو ایک خاص مقدار میں زندہ رہنے کا یا وفات پانے کا اختیار دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخرت کو ترجیح دی (مشکوٰۃ ص ۵، بخاری ص ۱۷۱ و مسلم ص ۲۴) مولف مذکور اس حدیث سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیا روشن اور چمکتا ہوایان کلیم اللہ علیہ السلام کی عظمت شان و تصرفات و اختیارات ہے آپ کو مختار کیا گیا مگر اپنے تقار معبود حقیقی کو پسند فرمایا (نور ہدایت ص ۸) یہ بھی مولف کے دعوے سے تکرار غیر متعلق ہے کیونکہ حسب تصریح اہم قطلانی جب ملک الموت بشری صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو

لہ یصلہ اللہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہو سکا کیلئے کہ وہ

اور ملک الموت نے اطلاع دینے بغیر ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان لینے میں اپنی

کا ردائی شروع کر دی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ٹانچہ رسید کیا پھر جو ہوا سو ہوا اور جو گندہ سو گندہ دیکھئے ہامش بخاری جلد ۱۱) اس روایت میں بھی اسی طرح کا اختیار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت ہے جو پہلی روایت میں گزر چکا ہے اور مولف نور ہدایت کے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے اور اس روایت سے حضرت اہم قطلانی کی تشریح کے پیش نظر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آخر دم تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب حاصل تھا۔ دیکھئے مولف مذکور اور ان کی جماعت اس کو بھی تسلیم کرتی ہے یا نہیں؟ دیکھئے محبت کا کیا فتویٰ ہے؟

طریق عشق میں ہم یوں سنبھل سنبھل کچلے کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے دیگر اہل بدعت حضرات کی عموماً اور مولف نور ہدایت کی خصوصاً یہ انتہائی علمی خامی ہے کہ وہ صرف ایک آدھ حوالہ دیکھ کر اس پر اپنے بے بنیاد نظریہ کی عمارت استوار کرتے ہیں مثلاً مشہور ہے کہ کسی کو سونٹھ کی گرہ راستہ میں جو پڑی مل گئی تو وہ ہنساری بن بیٹھا۔ حالانکہ جب کسی حوالہ اور عبارت پر کسی مسئلہ کی بنیاد رکھنا ہو تو اس کے تمام پہلو اور اطراف و حدود اور متابعات و مشاہدہ دیکھ کر اس پر بنیاد رکھنی چاہیئے مثلاً ایک مقام پر مولف نور ہدایت نے لوگوں کو یہ باور کرنے کے لیے کہ وہ منطقی ہیں یہ اصطلاح لکھی ہے اور ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم کسی مبتدی طالب علم سے پوچھیں کہ العمل (؟ الحمل) فی اصطلاح اتحاد المتغایرین فی المفہوم بحسب الوجود (نور ہدایت ص ۱۱) اتنی بات تو انہوں نے مرقاة وغیرہ سے نقل کر دی ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی تحقیق مناسطہ کے نزدیک ایک بنیادی شرط اور بھی ہے اور وہ مصنوعی منطقی کو بالکل معلوم نہیں ہے چنانچہ العلماہ المحقق المدقق احمد بن موسیٰ شمس الدین الشیراز الحلی (المرتبی بعد ۸۶۷ھ) اپنی دقیق کتاب میں لکھتے ہیں کہ۔

ان مجرد التغایر بحسب المفہوم محض تغایر بحسب المفہوم ہی افادہ میں کافی غیر محقق فی الافادہ بل لا بد من نہیں ہے بلکہ یہ شرط بھی ضروری ہے کہ ضرور

عدم احتمال الموضوع على الحمل محمول پیشل نہ ہو مگر کہ الحيوان الناطق ناطق
للقطع بعدم فائدة قولنا الحيوان میں ہے کیونکہ یقینی بات ہے کہ یہ غیر مفید
الناطق ناطق (بلفظہ الخیالی ص ۸)

یہ ہے مولف نور ہدایت کی منطق جس کے سبب وہ اپنے حواریوں کو کہتے پھرتے
ہیں کہ میں بڑا منطقی ہوں سبحان اللہ کیا خوب کہا گیا ہے کہ عطر آن است کہ خود بوید
نہ کہ عطار بجوید۔ ہم نے خلاف عادت یہ بات محض مولف مذکور کی جا بجا اور خصوصاً حمل
منطقی کے بارے میں اعلیٰ اور نخوت کے جواب میں کہی ہے۔ ورنہ ان کی چھوٹی سی کتاب
میں تقریباً پچاس سے اوپر اغلاط اور خیانتیں موجود ہیں۔ مگر ہم مکالمہ اخلاقی سے کام لیتے
ہوئے ان کو فریادیں نہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور یہی کہتے ہوئے قارئین کرام سے
معذرت خواہ ہیں کہ۔ ع

ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کے ویلے سے

ہم نے صرف ملافت کے طور پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے
مطابق کہ الدِّينُ النَّصِيحَةُ یہ جو کچھ کہا ہے محض اللہ اور فی اللہ کہا اور لکھا ہے
تاکہ غلط مسائل کی وجہ سے خلق خدا گمراہ نہ ہو، ورنہ ہمیں کسی کی ذات کے ساتھ کوئی عداوت
اور عناد نہیں ہے۔ مولف مذکور کا ایک ہی حوالہ ہم عرض کر کے اس کا جواب عرض کر
دیتے ہیں اور اس کتاب کو اس پر ہی ختم کر دیتے ہیں مزید کی انتظار کیجئے، یا رزقہ صحبت باقی
مولف مذکور بخاری ص ۱۳۱ اور مسلم ص ۱۱۱ کی ایک حدیث کا یوں ترجمہ کرتے ہیں
(بعض اختصار عربی عبارت ہم نہیں لکھتے) کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
خدا عامر پر رحمت کرے ایک مرد (فاروق اعظم) نے کہا کہ اے اللہ کے نبی عامر کے لیے
شہادت ضرور ہوگی کیوں نہ اپنے ہمیں ان سے نفع پہنچایا۔ اہم قرطانی نے آخری جلد
کا معنی یوں کیا ہے آپ نے ہمارے لیے عامر کو کیوں باقی نہ رکھا تاکہ ہم ان سے متبع ہوتے
پھر آگے مولف نور ہدایت جوش میں آکر اور ہوش کو سلام کہہ کر یوں لکھتے ہیں کہ۔

کیسی روشن وصاف دلیل ہے مختار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو نبی میں متصرف و مختار ہونے
کی اس روایت نے تو دہا بیہ کے فرعونہ شرک کا تسمہ بھی نہ لگا چھوڑا۔ قاطع کفر و شرک سیدنا
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں محبوب خدا شہرہ دو سر صلی اللہ علیہ وسلم
کے متصرف و مختار ہونے کا اعلان کر دیا اور اختیار بھی زندگی و موت میں اہ بلفظ (نور ہدایت ص ۸)
الجواب مولف مذکور جیسا کہ قرآن و حدیث اور کتب عقائد و منطق وغیرہ سے ناواقف
ہیں اسی طرح علم ادب و معانی اور اسلوب عربیت سے بھی بالکل نااہل ہیں اور غالباً انہوں
نے ابتدائی کتاب میں بھی کسی ماہر استاد سے نہیں پڑھیں تاکہ ان کو اسناد الی السبب اور اسناد مجازی
کا مفہوم معلوم ہو جاتا اور اگر مولف مذکور چاہیں تو ہم ان کو صرف قرآن کریم سے اسناد مجازی
کی کئی مثالیں بنا سکتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بلاوراست بخاری و مسلم کا
مطالعہ نہیں کیا محض کسی رسالہ یا اخبار سے یہ حوالہ نقل کر دیا ہے اگر انہوں نے اصل کتاب میں
دیکھی ہوتیں تو ضرور اس کی شرح میں جو کچھ شرح حدیث نے ارشاد فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ کیا
ہوتا اور اگر انہوں نے اصل کتاب میں دیکھی ہیں اور پھر شرح حدیث کے بیان کردہ معنی کو
چھوڑ کر اپنا خانہ زاد اور ایجاد بندہ معنی کیا ہے تو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پر بڑا ظلم کیا ہے اور مخلوق خدا کے ساتھ انتہائی خیانت کی ہے۔ حضرت امام نوویؒ اس کا
مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

معنی وجبت لے ثبتت لہ واجب ہوگی کا مطلب یہ ہے کہ عامر کے لیے
الشهادة وستقع قریباً وکان شہادت کی موت واجب ہوگی اور عقیب وہ
هذا معلوماً عنده اس سے مشرف ہو جائیں گے اور صحابہ کرام رض
ان من دعا له النبي صلى الله عليه کو یہ معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ایسے
وسلم هذا الدعاء في هذا موقع پر ان الفاظ سے جس کے لیے دعا فرماتے
الموطن استشهد فقالوا میں اس کو شہادت کی موت نصیب ہوتی ہے تو
هذا امتنعنا به لے وددنا انك اس لحاظ سے صحابہ کرام نے فرمایا کہ اپنے اس سے

لواخرت الدعاء له بهذا الوقت اخر لنتمتع بمصاحبتہ ہمیں فائدہ کیوں نہ اٹھانے دیا یعنی ہم اس کو پسند کرتے تھے کہ آپ کچھ عرصہ تک اس کے لیے دعا کرتے اور ہم اس کی رفاقت اور دیر سے کچھ عرصہ متمتع ہوتے رہتے۔

(شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۱۱) غور کیجئے کہ صحابہ کرامؓ کیا فرمانا چاہتے ہیں اور مولفؒ نور ہدایتؒ اس سے کیا سمجھا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر ہی نہیں کرتا اور قرآن و حدیث کی بغاوت کرتے ہوئے محتار کل ثابت کرنے کے درپے ہے۔ اور بخاری کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ وجبت احي الشهادة بدعائه او الجحمة یعنی آپ کی دعا کی برکت سے عامرؓ کے لیے وانما قال ذلك لما عرفه من عادته شمولاً و بحت واجب ہوگئی کیونکہ صحابہؓ کو آپ کی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استغفر لسان يخصه عادت معلوم تھی کہ جب متعین کر کے کسی کے لیے بالاستغفار واستشهد۔ (ص ۶۳)

ملاحظہ کیا آپ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا استغفار کو جو شہادت وغیرہ کے لیے محض ایک سبب بنتی مولفؒ مذکور نے علت بنا کر آپ کو متصرف اور مختار کل بنا دیا ہے اور پھر وہ بھی موت و حیات میں اور امر و نہی کی قید پڑھا کر اس کو اور اجاگر کرنے کے لیے فائدہ کاوش کی ہے۔ مولفؒ مذکور کو معلوم ہونا چاہیے کہ نزاع اس میں نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کسی کو خداوند عزیز شہادت کی موت یا جنت دے سکتا نہ یا نہیں؟ اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے جھجکھڑا صرف اس بات میں ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل تھے؟ یا مافوق الاسباب طریق پر آپ کو نبیؐ امور میں تصرف کیا کرتے تھے؟ اور کیا موت و حیات پر آپ کو تصرف اور اختیار من اللہ دیا جا چکا تھا؟ نزاع صرف اس امر میں ہے دیگر پیش کردہ دلائل کی طرح یہ حدیث بھی اس دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے اور مولفؒ مذکور کی ایک دلیل بھی ان کے مافوق الاسباب تصرفات کے دعوے پر منطبق نہیں ہے۔

عقیدہ اہل سنت کی حقیقت مولفؒ نور ہدایتؒ کی تحقیق میں

مولفؒ مذکور اہل حق کے اس مطالبہ سے کہ اعتقادی مسائل میں خبر واحد باوجود صحیح ہونے کے مفید نہیں ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس نے ظن کا فائدہ ہو سکتا ہے اور اعتقادات میں ظن کا کیا اعتبار ہے؟ درچونکر فرق مخالف کی گاڑی ہی خبر واحد اور ضعیف معلول بینکو اور شاذ جتنے کہ موضوع احادیث کے بل بوتے پر چل رہی ہے اس لئے وہ کبھی تو فضائل اعمال کی آڑ لیتا ہے اور کبھی خبر واحد ہی سے عقیدے ثابت کرتا ہے، بے حد گھبراکر اور بیخ پا ہو کر اور بالکل لا جواب ہو کر ہوش و حواس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ۔ واضح رہے کہ اعتقادی مسائل کے مختلف مراتب ہیں بعض ضروریات دین سے جن کا انکار کفر بعض ضروریات اہل سنت سے اور بعض خود اہل سنت کے اختلافی مسائل وغیرہ تو ہر اعتقادی مسئلہ کے لیے دلیل قطعی مانگنا نہایت جہالت کی بات ہے۔ جزا و سزا کی تفصیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انفرادی معجزات، اصحابہ کرام کے جزوی فضائل میزان کی تفصیل پلصراط کی تشریح جنت و دوزخ کی جزوی نعمت و عذاب وغیرہ۔ کیا حزب مخالف ہر عقیدہ کی تفصیلات کی اجزاء پر خواہ وہ کسی قسم کی ہوا بہت قطعی الدلائل یا حدیث متواتر پیش کر سکتا ہے؟ نہیں بلکہ متعدد مسائل اعتقادیہ میں حدیث صحیح تو درکنار ضعیف کو بھی ان کے بڑے بڑے علمائے محدث۔ صوفی تقاریر و تحریر میں پیش کرتے چلے آئے ہیں بالخصوص مناقب و فضائل کی ابحاث میں محدثین و فقہاء صحیح اعداد کے علاوہ ضعیف روایتیں بھی ہر زمانہ میں صرف پیش ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ جائز بھی سمجھتے تھے۔ حزب مخالف خبر واحد مفید ظن ہے اور شرح عقائد میں ہے۔

ولا عبدة بالظن في باب الاعتقادات یعنی عقیدہ کے باب میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں۔ خادم اہل سنت۔

اس عبارت کا مطلب ہے کہ اعتقادات ضروریہ قطعیہ جن کا انکار منجرا لیکر ہو اہل پر دلائل ظنی معتبر نہیں اور یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مسائل اعتقادیہ کے مراتب مختلف ہیں اور

جو مسائل ظنی ہیں ان میں ظن کا اعتبار ہے۔ چنانچہ اسی شرح عقائد میں اس کا عقلی ثبوت ہونے کے علاوہ تصریح بھی موجود ہے۔

ولاحفاء فی ان هذه المسئلة ظنیة یعنی یہ ظاہرات ہے کہ یہ ظنی مسئلہ ہے جس یکفنی فیہا بالادلة الظنیة میں دلائل ظنیہ کافی ہیں۔

مسائل اعتقادہ میں خبر واحد کے حجت ہونے کی تحقیق خود شارح عقائد کی طرف سے دیکھنی ہو تو توضیح کو ترجیح کرکے ثانی ملاحظہ فرمائیں (انتہی بلفظ نور ہدایت ص ۳۸/۳۹)

الجواب۔ یہ سب باطل اور بے بنیاد و عاوی مولف نور ہدایت کی جہالت اور علمی خیانت کا زندہ جاوید کرم ہے اولاً اس لیے کہ اعتقادی مسائل کے مراتب کے مختلف

ہونے کا دعویٰ کہ بعض کا انکار منجالی الکفر ہو اور بعض کا نہ ہو یا بعض کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہو اور بعض کے لیے دلیل قطعی ضروری نہ ہو یہ سب مولف مذکور کی غلطی اور اختراع ہے۔ اہل السنن والجماعت اور علماء عقائد جن امور کو عقائد کہتے ہیں ان کے ہاں

وہ سب قطعی ہیں اور ان کے دلائل بھی قطعی ہیں اور وہ سب کے سب ضروریات دین سے ہیں اور ضروریات دین کا انکار یا تاویل دونوں کفر ہیں۔ عقیدہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قطعی

ہو یا جس کا انکار یا تاویل کفر نہ ہو یا جس کا ثبوت ظنی دلیل ہے ہو سکتا ہے۔ ہم نے ضروریات دین اور ان کے اندر تاویل اور عقائد کے اثبات کے لیے جن دلائل کی ضرورت پیش آتی ہے

اپنی کتاب "آزالۃ الریب" میں قدرے بسط سے کر دی ہے دہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔ وثانیاً ہمارے اکابر پر یہ الزام کہ وہ متعدد مسائل اعتقادہ میں حدیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں

کو بھی پیش کرتے چلے آئے ہیں ایک سفید جھوٹ، صریح بہتان اور خالص افسار ہے۔ تعجب ہے کہ فریق مخالف نے ایسا خالص جھوٹ کہنے پر کیوں کمر باندھ لیا ہے ہمارے اکابر

عقیدہ کو قطعی دلائل سے پیش کرتے ہیں اور قطعی دلائل یہ ہیں۔ قرآن کریم۔ خبر متواتر (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ تواتر قدر مشترک ہو یا تواتر تواتر ان میں سے ہر ایک

کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے۔ ملاحظہ ہو البیان الاربعہ صفحہ ۱۴۱/۱۴۲ از حضرت

مولانا الفروشاہ صاحب کشمیری

اور اجتماع قطعی کوئی عقیدہ ہمارا ان دلائل کے بغیر کسی اور چیز پر موقوف نہیں ہے۔ وثالثاً مولف مذکور یہ ارشاد فرمائیں کہ جزا و سزا کی مکمل تفصیلات اور اسی طرح میزانِ طہار

جنت اور دوزخ وغیرہ کی جزوی جزوی نعمت و عذاب وغیرہ کو عقائد میں کس نے شمار کیا ہے؟ اجمالی طور پر ان کا عقائد میں ہونا تو محل نزاع نہیں ہے۔ اسی طرح ان اشیاء میں بعض امور

کی تفصیلات بھی محل نزاع سے خارج ہیں جن کا ثبوت قطعی دلائل سے ہو چکا ہے پوری تفصیلات اور قبول خود جزوی جزوی نعمت و عذاب وغیرہ کی بحث پیش نظر رکھیے اور

پھر جواب دیجئے اور اگر ان کی بعض تفصیلات کو کسی نے عقائد میں شامل کیا ہے تو کیا وہاں تواتر معنوی وغیرہ کا ذکر اور حوالہ نہیں دیا گیا؟ سوچ کر بتاؤ دایعاً کیا علمائے امت

نے فضائلِ اعمال اور مناقب میں غیر مشروط طور پر ضعیف حدیث کو حجت سمجھا ہے یا اس کی کوئی شرط بھی ہے؟ اگر یہ مشروط ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟ ہم نے فضائلِ اعمال کے

باب میں حدیث ضعیف کے حجت ہونے کے بارے میں محدثین کرام کی شرطیں اپنی کتاب راہ سنت ص ۲۲۵ و ۲۲۶ میں بیان کر دی ہیں وہاں ہی دیکھ لی جائیں وخامساً کیا مولف

نور ہدایت کے نزدیک اہل سنت کے عقائد ضروریات دین سے نہیں ہیں اور کیا وہ ضروریات دین کے علاوہ ہیں؟ اور وہ عقائد کون کون سے ہیں جو ہوں تو عقائد مگر ہوں صرف

اہل سنت کے اور ان کا انکار کفر بھی نہ ہو؟ مولف کو اپنی یہ عبارت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ۔ بعض ضروریات دین سے جن کا انکار کفر بعض ضروریات اہل سنت سے اھ

بس دریافت طلب صرف اتنی بات ہے کہ ہوں وہ عقائد اور ہوں بھی ضروریات اور ہوں وہ عقائد اہل سنت کے مگر کفر نہ ہوں؟ ذرا سمجھ کر پھر سوچ کر ہوش و حواس کو قائم

رکھ کر جواب دینا، نیز یہ بھی بتائیں کہ اہل سنت کے آپس میں کون کون سے عقائد میں اختلافات ہیں؟ عقائد کی کیفیات یا تفصیلات یا دیگر فرعی مسائل محل نزاع نہیں ہیں۔

دشادہ اخیر واحد صحیح کے بارے میں یہ کس کتاب میں ملے گا کہ اس سے عقیدہ ثابت ہو

ہو سکتا ہے؟ عقیدہ اور خبر واحد کی تصریح ہونے سے اس میں نہیں ہے کہ کیا کوئی مسئلہ بھی خبر واحد سے ثابت ہے یا نہیں؟ مسئلہ کے اثبات کا جھگڑا نہیں ہے جھگڑا صرف عقیدہ کے اثبات کا ہے اور ہماری دلیل آپ ان کتب میں ملاحظہ کر لیں۔ شرح مواقف ص ۷۷ طبع نول کشور۔ شرح فقہ اکبر ص ۶۸ طبع کان پور۔ مسامرہ جلد ۲ ص ۸۷ طبع مصر اور شرح عقائد ص ۱۱ طبع کانپور اور ملاحظہ کریں کہ ان تمام کتب میں خبر واحد اور عقیدہ کی تصریح موجود ہے بایں طور کہ خبر واحد اگرچہ صحیح بھی ہوا اثبات عقیدہ کے لیے بالکل ناکافی ہے حافظ ابن حجر سے سُن لیجئے وہ ارقام فرماتے ہیں کہ۔

الاحادیث اذا كانت في مسائل
عملية يكفي في الأخذ بها بعد
صحتها افادتها الظن اما اذا
كانت في العقائد فلا يكفي
فيها الا ما يفيد القطع
روفتح الباری جلد ۸ ص ۴۳۱
یعنی جن مسائل کا تعلق عمل سے ہے ان میں صحیح احادیث سے استدلال کرنا کافی ہے۔ کیونکہ اعمال کے لیے ظنی دلائل ہی کافی ہیں لیکن جب عقائد کی باری آئے گی تو ان میں صرف وہی حدیث قابل قبول ہوں گی جو صرف قطعی ہوں

اور اصول شاشی کے لیے کہ توضیح و ترویج تک اصول کی جملہ کتابوں میں نیز اصول حدیث کی کتابوں مثلاً فتح المغیث، تدریب الراوی، شرح بحرۃ الفکر مقدمہ ابن صلاح اور توضیح وغیرہ میں اس کی تشریح ملاحظہ کریں کہ خبر واحد صرف مفید ظن ہوتی ہے۔ حضرت امام نوویؒ نے بھی جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی صرف یہ ہے کہ اعمال میں خبر واحد حجت ہے۔ امام نوویؒ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ عقائد میں خبر واحد حجت ہے یہ مولف نور ہدایت کا ان پر صریح بہتان اور افتراء ہے۔ کیونکہ اسی صفحہ میں امام نوویؒ نے بعض کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ خبر واحد مفید علم ہے اور دیگر اقوال کی طرح اس کو بھی باطل کہا ہے۔ اور تصریح کی ہے کہ یفید الظن ولا یفید العلم (دیکھئے جلد ۲ ص ۷۷) اور اگر اور کتابیں نہ مل سکیں تو مولف مذکور اصول شاشی ہی دیکھ لیں۔

اسی طرح شرح عقائد ص ۱۲ سے جو عبارت مولف نور ہدایت نے اپنے مدعا پر پیش کی ہے وہ بھی بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ خبر واحد عقیدہ میں حجت ہوتی ہے کسی ظنی مسئلہ میں خبر واحد کا (جو ظنی ہے) حجت ہوا محمل نزاع نہیں ہے بلکہ انہوں نے تو اپنی کتاب صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶ میں تصریح کی ہے کہ مقاصد علم کلام یہاں تک پورے ہو چکے ہیں آگے جو مسائل بیان ہوں گے وہ اہل اسلام اور اہل سنت کے قانون کے طور پر مسائل ہوں گے۔ مسائل اور اعتقاد کا فرق ہے۔ اسی طرح مولف نور ہدایت نے جو یہ لکھا ہے کہ مسائل اعتقاد میں خبر واحد کے حجت ہونے کی تحقیق خود شارح عقائد کی طرف سے کی گئی ہو تو توضیح و ترویج رکن ثانی ملاحظہ فرمائیں، بلفظ۔ اس کا وہ ثبوت پیش کریں ہم منتظر ہوں گے کہ وہ کون سی توضیح و ترویج ہے اور وہ کون سا رکن ثانی ہے جس میں علامہ تفتازانیؒ شارح عقائد نے یہ لکھا ہے کہ مسائل اعتقاد میں خبر واحد حجت ہے اور شارح غیر متعلق باتیں نہ ہوں خبر واحد اور عقیدہ کی تصریح ہو، اور یہ بھی تصریح ہو کہ خبر واحد عقیدہ میں حجت ہے اور ہو تو توضیح سے۔ عدم حجیت نہ ہو کیوں کہ وہ تو ہمارا ثبوت ہے۔ ہم ان جملہ جوابات کے اشد منتظر ہیں گے ان کو اور ہمارے سمجھنے اتفاقی وعدہ نہ سمجھے کما قیل ۷

وفائے دلبر الہی ہے اتفاقی ورنہ لے ہمت

اثر فریاد و دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

قارئین کرام ہم نے بقدر ضرورت مناسب تفصیل کے ساتھ نور ہدایت اپر محض خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور جناب ام المانیا سیدہ الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد صحیح و صریح کے پیش نظر کہ الدین النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور اس کی طرف سے مافعت اور خلق خدا کی رہنمائی کے لیے کلام کیا ہے اہل حق و انصاف تو ضرور قرآن کریم صحیح احادیث اور سلف صالحین کی ٹھوس اور مستند عبارات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور نہ ماننے والے تو آخر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک زبانوں سے بلا واسطہ سن کر

بھی ایمان نہ لائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح شراب کے نشہ میں انسان کی عقل مفلوج ہو جاتی ہے اسی طرح کفر و شرک اور بدعت کے غلط جذبات اور خواہشات کے نشہ سے بھی عقل اندھی ہو جاتی ہے اور جس طرح ایک شرابی کو بحالت شراب ٹھوس دلائل اور براہین سے قائل کرنا ناممکن ہے۔ بعینہ اسی طرح جذبات اور خواہشات و اہواء سے مغلوب انسان کی عقل و بصیرت کو اپیل کرنا بھی سراسر بیکار و بے سود ہے۔ مگر اہل فہم و بینش کے لیے ضرور حق اور باطل میں فرق کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے بے شمار انفسی اور آفاقی دلائل حسی اور معنوی طور پر قائم کر دیے ہیں اس لیے ہر آدمی کو فکر آخرت اور خوف خدا کو سامنے رکھ کر ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے سود و دنیا کو ایک مرتبہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے اور یہ جان لینا چاہیے کہ حق اور اہل حق کے ساتھ عدوت اور عناد کہیں اس کی اغروی اور ابدی زندگی کو ہی تلف نہ کر دے اور اس پر بخوبی غور کر لینا چاہیے کہ کہیں اپنا ہی گھر نہ جل رہا ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھئے توڑے

ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

مولف نور ہدایتؒ نے ہماری کتاب "دل کا سرور" کے بعض مسائل اور ہماری بعض عبارتوں پر بھی گرفت کی ہے مگر ہم نے ایسے مسائل جن کا بالواسطہ یا بلاواسطہ دل کا سرور کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس کتاب میں ان کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں کیا تاکہ ایک تو کتاب کا حجم بلا ضرورت نہ بڑھ جائے اور دوسرے مسائل میں زیادہ بے ربطی بھی پیدا نہ ہو دل کا سرور طبع دوم ختم ہو چکا ہے اور اب طبع سوم کی تیاری ہے ہم انشاء اللہ العزیز ان امور کا اسی میں جائزہ لیں گے اور بتائیں گے کہ مولف نور ہدایتؒ کتنے پانی میں ہیں؟ اور ہم نے کیا کما تھا اور انہوں نے کیا کہا ہے؟ لہذا اس کتاب کو ہم اسی پر ختم کرتے ہیں اور قارئین کرام سے التجا کرتے ہیں کہ وہ تمام اہل توحید کے لیے دعا کریں اور خصوصیت سے اس ناچیز کے لیے جس کی تھوڑی سی فانی زندگی میں خدا جلے کیسے اور کتنے بڑے بڑے گناہ

ملے اور حمد اللہ تعالیٰ خوب خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

صادر ہو چکے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی ستار اور غفار ہونے کی صفت پر دھیان پڑتا ہے تو بے اختیار زبان سے یہ نکلتا ہے کہ

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت

کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

اور دل بقیار میں جو ہمیشہ سیاب کی طرح لہرزاں رہتا ہے ایک گونہ اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے اور پھر حب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا لذیذ تصور ذہن میں آتا ہے تو نہ پوچھئے سرور و وجد کی کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے کہتے ہیں کہ بالسریر اندسے خالی ہوتی ہے مگر درودوں سے بھری رہتی ہے یہی حال میرے دل کا ہے۔ دل تو نہیں چاہتا کہ ایسی وجدانی کیفیات کا تذکرہ چھیڑ کر قارئین کو مزید پریشان کیا جائے مگر اشارہ کئے بغیر بھی لطف نہیں آتا لہذا اسی پر بس ہے اگرچہ۔

رہرواں را خستگئے راہ نیست

عشق ہم راہ است و ہم فرورفت

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمْ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَ
اَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَجَمِيعِ اُمَّتِهِ اِلٰى يَوْمِ الدِّينِ اٰمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

وَاَنَا الْعَبْدُ الْاَحْقَرُ الْبَوْلَاٰ هٰذَا

محمد سر فراز خاں صفدر

الخطیب بجامع گکھر منڈی۔ الزاروی وطناء الدیوبندی ملگا

وتمت بالحسینی مشربا

۱۳۷۸ھ
۱۹۵۸ء

یوم الجمعة ۱۹ ربيع الاول
۱۳ اکتوبر

مکتبہ صفدریہ نزدگھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

ازالۃ الريب مسلم غیب پر مدلل بحث طبع ہفتم	الکلام المفید مسئلہ تقلید پر مدلل بحث	تسکین الصدور مسئلہ حیات النبیؐ پر مدلل بحث طبع ہفتم	احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث طبع ہفتم	خزائن السنن تقریر ترمذی طبع سوم
ارشاد الشیعہ شیعہ نظریات کا مدلل جواب	طائفہ منصورہ نجات پانچواں گروہ کی علامت	احسان الباری بخاری شریف کی ابتدائی اصحاحات	آنکھوں کی ٹھنڈک مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث	راہ سنت رویدعات پر لا جواب کتاب
دل کا سرور مسئلہ عقائد کی مدلل بحث	گلدستہ توحید مسئلہ توحید کی وضاحت	تبلیغ اسلام ضروریات دین پر مختصر بحث	عبارات اکابر اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات	ورود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ
مسئلہ قربانی قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث	چراغ کی روشنی معراج النبیؐ کے بارہ میں قادیانی و دیگر کفریہ اعتراضات کے جوابات	ینابیع خیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ	بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد رفیع بدایونی کے حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات	راہ ہدایت کرامات و معجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت
توضیح المصام فی نزول صحیح علیہ السلام	حلیۃ المسلمین واثر صی کا مسئلہ	اتمام البرہان رد توفیح البیان	المسلک المنصور	عیسائیت کا پس منظر عیسائیوں کے عقائد کا رد
الکلام الحادی سادات کیلئے نزول و فیرہ پیش کی مدلل بحث	باب جنت بجواب راہ جنت	تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر	آئینہ مجری سیرت پر مختصر رسالہ
اظہار العیب بجواب اثبات علم الغیب	الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب	عمدۃ الاثبات تین طلاقیں کا مسئلہ	چہل مسئلہ حضرات خویہ بریلویہ	مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
شوق جہاد	حکم الذکر بالجہر	صرف یکا سلام	مقام ابی حنیفہؒ	چالیس دعائیں
اخفاء الذکر ذکر آہستہ کرنا چاہیے	مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذب و بانہ واویلا	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان	انکار حدیث کے نتائج منکرین حدیث کا رد	اطیب الکلام مخلص احسن الکلام

غیر مقلدین کے متضاد فتوے	علامہ سیدی کاظمی علیہ السلام کا اردو ترجمہ امام ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع	حمیدیہ نہجہ حیات کی کتاب رحیمیدین کا اردو ترجمہ	جنت کے نظارے علامہ سیدنا انور علیہ السلام کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ	خزائن السنن جلد دوم کتاب البیوع
مرجعتہ ضائع بدعت ہے	الدروس الواضحة فی شرح الکافیہ	تین طلاقیں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ	شیعہ کی جانب سے اہل سنت کے دشمنی پر اعتراضات کے جوابات وضو کا طریقہ مسنون طریقہ	بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں

مطبوعات
عمر اکادمی